ماہنامہ

انصاراللہ

احمدیت کی ترقی - ایک پیشگوئی

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ۵ مارچ ۱۹۰۱ء کے ایک اشتہار میں احمدیت کی ترقی کا یوں ذکر فرمایا:

''............محض قلیل جماعت خیال کر کے تحقیر کے درپے رہنا طریق تقویٰ کے برخلاف ہے یہی تو وقت ہے کہ ہمارے مخالف علماء اپنے اخلاق دکھلائیں ورنہ جب یہ احمدی فرقہ دنیا میں چند کروڑ انسانوں میں پھیل جائے گا اور ہر ایک طبقہ کے انسان اور بعض ملوک بھی اس میں داخل ہو جائیں گے جیسا کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے تو اس زمانہ میں تو یہ کینہ اور بغض خود بخود لوگوں کے دلوں سے دور ہو جائے گا لیکن اس وقت کی مخالطت اور مدارات خدا کے لئے نہیں ہوگی............ آئندہ جس فریق کے ساتھ خدا ہوگا وہ خود غالب ہوتا جائے گا دنیا میں سچائی اول چھوٹے سے تخم کی طرف [illegible] ہے اور پھر رفتہ رفتہ ایک عظیم الشان درخت بن جاتا ہے وہ پھل اور پھول لاتا ہے اور حق جوئی کے پرندے [illegible] رام کرتے ہیں۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ ۳۹۹و۴۰۰)

ایڈیٹر
نصراللہ خاں ناصر

اپریل ۲۰۰۱ء

''اس کی راہ میں فدا ہو جائو''

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ''رازِ حقیقت'' میں فرماتے ہیں:

''............وہ خدا جو آنکھوں سے پوشیدہ مگر سب چیزوں سے زیادہ چمک رہا ہے جس کے جلال سے فرشتے بھی ڈرتے ہیں- وہ شوخی اور چالاکی کو پسند نہیں کرتا- اور ڈرنے والوں پر رحم کرتا ہے سو اس سے ڈرو اور ہر ایک بات سمجھ کر کہو- تم اس کی جماعت ہو جن کو اس نے نیکی کا نمونہ دکھانے کے لئے چنا ہے- سو جو شخص بدی نہیں چھوڑتا اور اس کے لب جھوٹ سے اور اس کا دل ناپاک خیالات سے پرہیز نہیں کرتا وہ اس جماعت سے کاٹا جائے گا- اے خدا کے بندو! دلوں کو صاف کرو اور اپنے اندرونوں کو دھوڈالو- تم نفاق اور دورنگی سے ہر ایک کو راضی کر سکتے ہو مگر خدا کو اس خصلت سے غضب میں لاؤ گے- اپنی جانوں پر رحم کرو اور اپنی ذرّیت کو ہلاکت سے بچاؤ- کبھی ممکن ہی نہیں کہ خدا تم سے راضی ہو- حالانکہ تمہارے دل میں اس سے زیادہ کوئی اور عزیز بھی ہے- اس کی راہ میں فدا ہو جاؤ اور اس کے لئے محو ہو جاؤ اور ہمہ تن اس کے ہو جاؤ- اگر چاہتے ہو کہ اسی دنیا میں خدا کو دیکھ لو- کرامت کیا چیز ہے اور خوارق کب ظہور میں آتے ہیں؟ سو سمجھو اور یاد رکھو کہ دلوں کی تبدیلی آسمان کی تبدیلی کو چاہتی ہے- وہ آگ جو اخلاص کے ساتھ بھڑکتی ہے وہ عالم بالا کو نشان کی صورت پر دکھلاتی ہے- تمام مومن اگرچہ عام طور پر ہر ایک بات میں شریک ہیں یہاں تک کہ ہر ایک کو معمولی حالت کی خوابیں بھی آتی ہیں اور بعض کو الہام بھی ہوتے ہیں لیکن وہ کرامت جو خدا کا جلال اور چمک اپنے ساتھ رکھتی ہے اور خدا کو دکھلا دیتی ہے- وہ خدا کی ایک خاص نصرت ہوتی ہے جو ان بندوں کی عزت زیادہ کرنے کے لئے ظاہر کی جاتی ہے جو حضرت احدیّت میں جاں نثاری کا مرتبہ رکھتے ہیں............''

(رازِ حقیقت روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۱۵۶ و ۱۵۷)

احمدی انصار کی تربیت کے لئے

ماہنامہ **انصار اللہ**

ایڈیٹر: نصر اللہ خاں ناصر

شہادت ۱۳۸۰ ہش

اپریل ۲۰۰۱ء

جلد نمبر---------۴۲

شمارہ نمبر---------۴

اس شمارہ میں

پبلشر: چوہدری محمد ابراہیم

پرنٹر: قاضی منیر احمد

مطبع: ضیاء الاسلام پریس

مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ انصار اللہ

دارالصدر جنوبی چناب نگر (ربوہ)

شرح چندہ

پاکستان: --------- ستر روپے سالانہ

قیمت فی پرچہ: --------- سات روپے

اداریہ

اخلاق حسنہ

اللہ تعالیٰ کے مامورین صفات باری تعالیٰ کے مظہر ہوتے ہیں اور اس کی معرفت اور فیضان سے حصہ لے کر مخلوق خدا کے لئے موجب رحمت قرار پاتے ہیں۔ وہ کوئی دعویٰ اپنے تئیں نہیں کرتے۔ ان کے فیوض اور برکات کا سرچشمہ ذات باری تعالیٰ ہوتی ہے اور وہ ہر ایک فیض کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی قرار دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر بن کر ان میں اخلاق حسنہ نمایاں ہوتے ہیں وہ ربّ کریم کی تمام صفات کریمانہ کو ظاہر کرنے کا موجب بن جاتے ہیں۔ پھر ان مامورین کی سچی اتباع کرنے والے ان پاک وجودوں کے قرب اور صحبت سے متمتع ہوتے ہیں اور وہ بھی انہی پاکیزہ صفات کے حامل بن جاتے ہیں۔ اور یہی بات خدا تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث بنتی ہے کہ اس کے بندے عبودیت کے لبادہ میں اس کے ہم رنگ ہوگئے۔ اپنا سب کچھ خدا کے وجود میں کھو دیا اور اسی کے ہو گئے۔

مامورین کی صحبت میں پرورش پانے والی جماعت کا حسن ان کے اخلاق کے حسنہ سے ہی ظاہر ہوتا ہے۔ وہ اہل دنیا کے مقابل پر ایک منفرد مقام حاصل کر لیتے ہیں۔ مخلوق خدا کی ہمدردی اور محبت میں ایسے محو ہوتے ہیں کہ ان کی نگاہوں میں ان کی زندگی کا مطلوب و مقصود ہمدردی اور محبت ہی رہ جاتا ہے۔

اور یہ حقیقت ہے کہ اخلاق حسنہ کا نمایاں پہلو مخلوق خدا خصوصاً انسان کے ساتھ مروّت ہمدردی اور احسان کا سلوک کرنا ہے اور یہی انسانیت کا تقاضا ہے۔ اس خلق سے دیگر اخلاق حسنہ کو بھی تقویت پہنچتی ہے۔ اور ایسے انسان عباد الرحمن کے رنگ میں تمام اعلیٰ اخلاق کے حامل قرار پاتے ہیں۔ یہی وہ مقصد ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ کے مامور دنیا میں آتے رہے اور اخلاق حسنہ کی تعلیم دی۔ یہی تعلیم حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اپنی جماعت کو دی۔ آپ نے فرمایا۔

> ''تم خدا تعالیٰ کی ساری مخلوق سے ہمدردی کرو خواہ وہ کوئی ہو............ میں کبھی ایسے لوگوں کی باتیں پسند نہیں کرتا جو ہمدردی کو اپنی ہی قوم سے مخصوص کرنا چاہتے ہیں............ میں تمہیں بار بار نصیحت کرتا ہوں کہ تم ہرگز ہرگز اپنی ہمدردی کے دائرہ کو محدود نہ کرو اور ہمدردی کے لئے اس تعلیم کی پیروی کرو جو اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔'' (ملفوظات جلد چہارم جدید ایڈیشن صفحہ ۲۱۷)

حضرت اقدسؑ نے ہمدردی خلائق کے بارہ میں اپنی کیفیت کا ذکر کرتے ہوئے ہوئے ایک موقعہ پر فرمایا:

> ''میری تو یہ حالت ہے کہ اگر کسی کو درد ہوتا ہو اور میں نماز میں مصروف ہوں۔ میرے کان میں اس کی آواز پہنچ جاوے تو میں تو یہ چاہتا ہوں کہ نماز توڑ کر بھی اس کو فائدہ پہنچا سکتا ہوں تو

فائدہ پہنچاؤں اور جہاں تک ممکن ہے اس سے ہمدردی کروں یہ اخلاق کے خلاف ہے کہ کسی بھائی کی مصیبت اور تکلیف میں اس کا ساتھ نہ دیا جاوے اگر تم کچھ بھی اس کے لئے نہیں کر سکتے تو کم از کم دعا ہی کرو۔

اپنے تو درکنار میں تو یہ کہتا ہوں کہ غیروں اور ہندوؤں کے ساتھ بھی ایسے اخلاق کا نمونہ دکھلاؤ اور ان سے ہمدردی کرو۔ لاابالی مزاج ہرگز نہیں ہونا چاہئے۔

ایک مرتبہ میں باہر سیر کو جا رہا تھا۔ ایک پٹواری عبدالکریم میرے ساتھ تھا۔ وہ ذرا آگے تھا اور میں پیچھے۔ راستہ میں ایک بڑھیا کوئی ۷۰ یا ۷۵ برس کی ضعیفہ ملی۔ اس نے ایک خط اس کو پڑھنے کو کہا مگر اس نے اس کو جھڑکیاں دے کر ہٹا دیا میرے دل پر چوٹ سی لگی۔ اس نے وہ خط مجھے دیا۔ میں اس کو لے کر ٹھہر گیا اور اس کو پڑھ کر اچھی طرح سمجھا دیا اس پر اسے سخت شرمندہ ہونا پڑا کیونکہ ٹھہرنا تو پڑا اور ثواب سے محروم رہ گیا'' (الحکم مورخہ ۳۱ جولائی - ۱۰ اگست ۱۹۰۴ء)

پھر اپنی جماعت کو خاص نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''پس تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو یاد رکھو! کہ تم ہر شخص سے خواہ وہ کسی مذہب کا ہو ہمدردی کرو اور بلا تمیز ہر ایک سے نیکی کرو.................. مجھے بہت ہی رنج ہوتا ہے جب میں آئے دن یہ دیکھتا اور سنتا ہوں کہ کسی سے یہ سرزد ہوا اور کسی سے وہ۔ میری طبیعت ان باتوں سے خوش نہیں ہوتی میں جماعت کو بھی اس بچہ کی طرح پاتا ہوں جو دو قدم اٹھاتا ہے اور چار قدم گرتا ہے، لیکن میں یقین رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اس جماعت کو کامل کر دے گا۔ اس لئے تم بھی کوشش، تدبیر، مجاہدہ، اور دعاؤں میں لگے رہو کہ خدا تعالیٰ اپنا فضل کرے کیونکہ اس کے فضل کے بغیر کچھ بنتا ہی نہیں۔ جب اس کا فضل ہوتا ہے تو ساری راہیں کھول دیتا ہے''

(الحکم مورخہ ۲۴ جنوری ۱۹۰۵ء صفحہ ۲ تا ۴)

یہی وہ زینہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی معرفت اور محبت کی انتہاء کو پایا جا سکتا ہے اور اسی غرض کے لئے مامور زمانہ حضرت اقدس مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے خاص فضل سے مخلوق خدا کی بے لوث خدمت اور ہمدردی کی توفیق دے۔ آمین!

امام الکلام

اللہ تعالیٰ متقی کو محتاج نہیں کرتا

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ برکات تقویٰ کا ذکر یوں فرماتے ہیں:-

''ہمیشہ دیکھنا چاہئے کہ ہم نے تقویٰ وطہارت میں کہاں تک ترقی کی ہے- اس کا معیار قرآن ہے- اللہ تعالیٰ نے متقی کے نشانوں میں ایک یہ بھی نشان رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ متقی کو مکروہاتِ دنیا سے آزاد کر کے اس کے کاموں کا خود متکفل ہو جاتا ہے جیسے کہ فرمایا وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّ یَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ- جو شخص خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ ہر ایک مصیبت میں اس کے لئے راستہ مخلصی کا نکال دیتا ہے اور اس کے لئے ایسے روزی کے سامان پیدا کر دیتا ہے کہ اس کے علم و گمان میں نہ ہوں- یعنی یہ بھی ایک علامت متقی کی ہے کہ اللہ تعالیٰ متقی کو نابکار ضرورتوں کا محتاج نہیں کرتا- مثلاً ایک دوکاندار یہ خیال کرتا ہے کہ دروغگوئی کے سوا اس کا کام نہیں چل سکتا اس لئے دروغگوئی سے باز نہیں آتا اور جھوٹ بولنے کے لئے وہ مجبوری ظاہر کرتا ہے- لیکن یہ امر ہرگز سچ نہیں- خدا تعالیٰ متقی کا خود محافظ ہو جاتا اور اسے ایسے موقع سے بچا لیتا ہے جو خلافِ حق پر مجبور کرنے والے ہوں-

یاد رکھو جب اللہ تعالیٰ کو کسی نے چھوڑا تو خدا نے اسے چھوڑ دیا- جب رحمٰن نے چھوڑ دیا تو ضرور شیطان اپنا رشتہ جوڑے گا- یہ نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کمزور ہے- وہ بڑی طاقت والی ذات ہے- جب اس پر کسی امر میں بھروسہ کرو گے وہ ضرور تمہاری مدد کرے گا- وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ- لیکن جو لوگ ان آیات کے پہلے مخاطب تھے وہ اہل دین تھے- ان کی ساری فکریں محض دینی امور کے لئے تھیں اور ان کے دنیوی امور حوالہ بخدا تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو تسلی دی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں-

غرض برکاتِ تقویٰ میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ متقی کو ان مصائب سے مخلصی بخشتا ہے جو دینی امور کے حارج ہوں- ایسا ہی اللہ تعالیٰ متقی کو خاص طور پر رزق دیتا ہے- یہاں میں معارف کے رزق کا ذکر کروں گا- آنحضرتؐ کو باوجود امّی ہونے کے تمام جہان کا مقابلہ کرنا تھا جس میں اہل کتاب، فلاسفر، اعلیٰ درجہ کے علمی مذاق والے لوگ اور عالم فاضل شامل تھے- لیکن آپؐ کو روحانی رزق اس قدر ملا کہ آپؐ سب پر غالب آ گئے اور ان سب کی غلطیاں نکالیں- یہ روحانی رزق تھا جس کی نظیر نہیں''

(رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء صفحہ ۳۴-۳۵)

کلام الامام

تقویٰ کیا ہے؟

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاول .... فرماتے ہیں:-

''جب انسان .... خدا تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑ تا اور اس کی اطاعت اور صرف اسی کی اطاعت کرتا ہے تو پھر اس کا آخری مرتبہ یہ ہوتا ہے کہ وہ انسان متقی ہو جاتا ہے۔ تمام دکھوں سے محفوظ ہو کر سچی راحتوں سے بہرہ ور ہوتا ہے۔ پس نوحؑ نے آ کر اپنی قوم کے سامنے وہی تعلیم پیش کی جو تمام راست بازوں کی تعلیم کا خلاصہ اور انبیاء اور رسل کی بعثت کی اصل غرض ہوتی ہے اور پھر انہیں کہا افلا تتقون تم کیوں متقی نہیں بنتے۔ یادرکھو انسان کو جس قدر ضرورتیں پیش آ سکتی ہیں۔ جس قدر خواہشیں اور امنگیں اسے کسی کی طرف کھینچ کر لے جا سکتی ہیں وہ تقویٰ سے حاصل ہوتی ہیں۔ متقی اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوتا ہے اور اللہ سے بڑھ کر انسان کس دوست اور حبیب کی خواہش کر سکتا ہے؟ تقویٰ سے انسان خدا تعالیٰ کے تولّی کے نیچے آتا ہے۔ متقی کے ساتھ اللہ ہوتا ہے۔ متقی کے دشمن ہلاک ہوتے ہیں۔ متقی کو اللہ تعالیٰ اپنی جناب سے تعلیم دیتا ہے۔ متقی کو ہر تنگی سے نجات ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ متقی کو ایسی راہوں اور جگہوں سے رزق پہنچاتا ہے کہ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا کہ جیسا کہ اس کی حمید و مجید کتاب میں موجود ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ۔ (التوبہ:٤) وَاللّٰہُ وَلِیُّ الْمُتَّقِیْنَ (الجاثیہ:٢٠) اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ (النحل:١٢٩) اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا (الانفال:٣٠) وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَیُعَلِّمُکُمُ اللّٰہُ (البقرۃ:٢٨٣) وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّ یَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ (الطلاق:٣،٤) اب مجھے کوئی بتادے کہ انسان اس کے سوا اور چاہتا کیا ہے؟ اس کی تمام خواہشیں تمام ضرورتیں۔ تمام امنگیں اور ارادے ان سات ہی باتوں میں آ جاتی ہیں۔ اور یہ سب متقی کو ملتی ہیں۔ پھر نوحؑ ہی کے الفاظ بلکہ خدا تعالیٰ ہی کے ارشاد کے موافق میں آج تمہیں کہتا ہوں افلا تتقون تم کیوں متقی نہیں بنتے؟ اور تقویٰ کیا ہے؟ تقویٰ نام ہے اعتقادات صحیحہ۔ اقوالِ صادقہ۔ اعمالِ صالحہ۔ علوم حقہ اور اخلاقِ فاضلہ۔ ہمتِ بلند۔ شجاعت استقلال۔ عفت۔ حلم۔ قناعت۔ صبر کا۔ اور یہ شروع ہوتا ہے حسنِ ظن باللہ۔ تواضع اور صادقوں کی محبت سے۔ اور ان کے پاس بیٹھنے۔ ان کی اطاعت سے ....''

(حقائق الفرقان جلد ٣ صفحہ ١٧٨-١٧٩)

عربی منظوم کلام

اُرَبّٰی بِفَضْلِ اللّٰہِ فِیْ حَجْرِ لُطْفِہٖ   وَفِیْ کُلِّ مَیْدَانٍ اُعَانُ وَاُنْصَرُ

میں خدا کی کنارِ عاطفت میں پرورش پا رہا ہوں-اور ہر ایک میدان میں مدد دیا جاتا ہوں

وَقَدْ خَصَّنِیْ رَبِّی بِفَضْلٍ وَّرَحْمَۃٍ   وَّ نَصْرٍ وَّ تَائِیْدٍ وَّ وَحْیٍ یُّکَرَّرُ

اور میرے رب نے اپنے فضل اور رحمت سے مجھے خاص کر دیا-اور نیز تائید اور نصرت اور متواتر وحی سے مجھے مخصوص فرمایا ہے

سَقَانِیْ مِنَ الْاَسْرَارِ کَاْسًا رَوِیَّۃً   ھَدَانِیْ اِلٰی نَھْجٍ بِہٖ الْحَقُّ یَبْھَرُ

مجھے وہ پیالہ پلایا جو سیراب کرنے والا ہے-اور اُس راہ کی مجھے ہدایت کی جس کے ساتھ حق چمکتا ہے

اَقُوْلُ وَلَا اَخْشٰی فَاِنِّیْ مَسِیْحُہٗ   وَلَوْ عِنْدَ ھٰذَا الْقَوْلِ بِالسَّیْفِ اُنْحَرُ

میں بے دھڑک کہتا ہوں کہ میں خدا کا مسیح موعود ہوں-اگرچہ میں اس قول پر تلوار سے قتل بھی کیا جاؤں

وَقَدْ جَاءَ فِی الْقُرْآنِ ذِکْرُ فَضَائِلِیْ   وَذِکْرُ ظُھُوْرِیْ عِنْدَ فِتَنٍ تُثَوَّرُ

اور میرے فضائل کا ذکر قرآن میں موجود ہے-اور میرے ظہور کا ذکر بھی پرآشوب زمانہ میں ہونا لکھا ہے-

وَمَا اَنَا اِلَّا مُرْسَلٌ عِنْدَ فِتْنَۃٍ   فَرُدَّ قَضَاءَ اللّٰہِ اِنْ کُنْتَ تَقْدِرُ

اور میں خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہوں-پس خدا کے حکم کو تُو بدل دے اگر تجھے قدرت ہے

تَخَیَّرَنِی الرَّحْمَانُ مِنْ بَیْنِ خَلْقِہٖ   لَہُ الْحُکْمُ یَقْضِیْ مَایَشَاءُ وَ یَاْمُرُ

خدا نے مجھے اپنی مخلوقات میں سے چن لیا ہے-حکم اسی کا حکم ہے جو چاہے کرے-

(اعجاز احمدی (ضمیمہ نزول المسیح) صفحہ ٦٥-٦٦ روحانی خزائن جلد ١٩ صفحہ ١٦٩-١٧٠)

فارسی منظوم کلام

راہِ حق بر صادقاں آساں تر است　　ہر کہ جوئید دامنش آید بدست

صادقوں کے لئے خدا کا راستہ پانا بہت آسان ہے جو خدا کو ڈھونڈتا ہے تو خدا کا دامن اس کے ہاتھ میں آجاتا ہے

ہر کہ جوئد وصلش از صدق و صفا　　رہ دہندش سُوئے آں ربّ السماء

جو بھی صدق و صفا کے ساتھ اس کا وصل چاہتا ہے اس کے لئے آسمانوں کا خدا وصل کا راستہ کھول دیتا ہے

صادقاں را مے شناسد چشمِ یار　　کید و مکر ایں جا نمے آید بکار

یار کی نظر سچوں کو پہچان لیتی ہے مکر اور چالاکی یہاں کام نہیں آتی

صدق مے باید برائے وصلِ دوست　　ہر کہ بے صدقش بجوید حق اوست

دوست کے وصل کے لئے صدق درکار ہے جو بغیر صدق کے اسے ڈھونڈتا ہے وہ بے وقوف ہے

صدق ورزے در جناب کبریا　　آخرش مے یابد از یمنِ وفا

خدا کے حضور صدق کو اختیار کرنے والا آخر کار اپنی وفا کی برکت سے اسے پالیتا ہے

صد دَرے مسدود بکشائد بصدق　　یارِ رفتہ باز مے آید بصدق

سینکڑوں بند دروازے صدق کی وجہ سے کھل جاتے ہیں اور گیا ہوا دوست صدق کی وجہ سے پھر آجاتا ہے

صدق ورزاں را ہمیں باشد نشاں　　کزپئے جاناں بکف دارند جاں

سچوں کی یہی علامت ہے کہ معشوق کی خاطر ان کی جان ہتھیلی پر ہوتی ہے

(سراج منیر صفحہ ۹۷ روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۹۹)

بہترین عمل خدا تعالیٰ کی خاطر محبت کرنا ہے

اللہ تعالیٰ کی محبت اور قرب کا وسیلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے

خطبہ جمعہ فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

مورخہ ۱۲؍نومبر ۱۹۹۹ء (۱۲؍نبوت ۱۳۷۸ہش) بیت فضل لندن (برطانیہ)

تشہد تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضرت امام جماعت احمدیہ نے سورہ مائدہ کی یہ آیت تلاوت فرمائی -

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ

(سورۃ المائدہ آیت ۳۶)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس کے قرب کا وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو- ’’قرب کا وسیلہ ڈھونڈو‘‘ میں دراصل حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو وسیلہ بنانے کے لئے ترغیب ہے کیونکہ آپ کے سوا کوئی وسیلہ خدا کا وسیلہ نہیں ہو سکتا - اس ضمن میں چند حدیثیں میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں-

ابو داؤد کتاب السنۃ سے یہ حدیث لی گئی ہے -حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بہترین عمل خدا کی خاطر محبت کرنا اور خدا ہی کی خاطر عداوت رکھنا ہے-

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ سے محبت کرو کہ وہ اپنی طرح طرح کی نعمتوں سے تمہیں غذا مہیا کرتا ہے- اور مجھ سے اللہ کی محبت کی وجہ سے محبت کرو اور میرے اہل بیت سے میری محبت کی وجہ سے محبت کرو- (ترمذی کتاب المناقب)

عبادۃ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے- یہ ترمذی کتاب الجنائز سے حدیث لی گئی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: جو اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ بھی اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو اللہ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اللہ بھی اس کی ملاقات کو پسند نہیں کرتا- (ترمذی کتاب الجنائز)- اس سے مراد صرف آخرت کی ملاقات نہیں بلکہ دنیا میں ملاقات ہے- جو دنیا میں اللہ سے گریز کرتے ہیں اور اس کے ذکر سے گھبراتے ہیں قیامت کے دن ان کو اسی طرح چھوڑ دیا جائے گا- اس لئے یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ اس کا تعلق صرف قیامت سے ہے یعنی مرنے کے بعد سے، اس دنیا ہی میں جو اللہ سے تعلق رکھتا ہے اور اس کو پسند کرتا ہے وہی ہے جو قیامت کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کو محبوب ہوگا-

ترمذی کتاب الطب سے یہ روایت ہے۔ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ کسی سے محبت کرتا ہے تو اسے دنیا سے یوں بچاتا ہے جیسے تم میں کوئی بیمار کو پانی سے بچاتا ہے۔ (ترمذی کتاب الطب) ''بیمار کو پانی سے بچاتا ہے'' سے مراد ظاہر ہے کہ بعض بیماریاں ایسی سخت ہوتی ہیں کہ ان بیماریوں میں بیمار کے اوپر پانی ڈالنا بیمار کے لئے مہلک ثابت ہوتا ہے۔ تو اس طرح دنیا داری سے بچاتا ہے جیسے تم کسی بیمار کو پانی سے بچاتے ہو۔

سنن ابن ماجہ کتاب الفتن سے روایت ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جتنا ابتلا بڑا ہوگا اتنی ہی جزا بھی زیادہ ملے گی۔ اور اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو ان کو آزماتا ہے۔ پس جو راضی رہے اس کے لئے رضا ہے اور جو ناپسند کرے اس کے لئے ناراضگی ہے۔ (سنن ابن ماجہ کتاب الفتن) یہ چیزیں ساری وہ ہیں جو کسی تشریح کی ضرورت محسوس نہیں کرتیں کیونکہ بالکل معاملہ اور مضمون واضح ہے۔

بخاری کتاب المناقب سے یہ حدیث ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے قیامت کے بارہ میں پوچھا اور کہنے لگا کہ قیامت کب ہوگی؟ آپؐ نے فرمایا: تم نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کہا: کچھ بھی نہیں۔ تاہم میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم اسی کے ساتھ ہوگے جس سے تم محبت کرتے ہو۔ (صحیح بخاری کتاب المناقب)

بخاری کتاب الاحکام سے یہ حدیث مروی ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک بار میں اور نبی کریم ﷺ مسجد سے نکل رہے تھے کہ مسجد کی دہلیز کے پاس ہمیں ایک شخص ملا۔ اس نے کہا: یارسول اللہ! ساعت کب ہو گی یعنی قیامت کب آئے گی؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ قیامت کا پوچھتے ہو کچھ تیاری بھی کی ہے! اس پر وہ شخص بوکھلا سا گیا، پھر کہنے لگا: یارسول اللہ! میں نے اس کے لئے نہ تو بہت روزے تیار کئے ہیں اور نہ ہی بہت سی نمازیں اور صدقات لیکن ایک بات ضرور ہے میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا تم اس کے ساتھ ہوگے جس سے تم محبت کرتے ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! آپ ایسے شخص کے بارہ میں کیا فرماتے ہیں جو کسی قوم سے محبت کرتا ہے لیکن ان سے ملا نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدمی اسی کے ساتھ ہوتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ (صحیح بخاری کتاب الادب)۔ اب اس میں خصوصیت کے ساتھ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو یاد رکھنا چاہئے کیونکہ آپ آنحضرت ﷺ سے بے حد محبت کرتے تھے۔

جِسْمِی یَطِیْرُ اِلَیْكَ مِنْ شَوْقٍ عَلَا	یَا لَیْتَ کَانَتْ قُوَّةُ الطَّیَرَان

میرا جسم تو ایک بلند شوق کے ساتھ تیری طرف اڑتا چلا جاتا ہے۔ اے کاش مجھ میں اڑنے کی طاقت ہوتی۔ پس یہ حدیث خاص طور پر حضورﷺ کی طرف سے حضرت مسیح موعودؑ پر چسپاں ہوتی ہے جو کسی قوم سے محبت کرتا ہے لیکن ان سے ملا نہیں تو حضرت مسیح موعودؑ رسول اللہ سے ہی نہیں بلکہ رسول اللہ کی قوم سے بھی محبت کرتے تھے اور بے شمار ذکر ایسا ملتا ہے جس میں صحابہ کی تعریف اور آپ کے گن گائے ہوئے ہیں۔

تو رسول اللہ نے فرمایا آدمی اسی کے ساتھ ہوتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے اور جماعت احمدیہ کو بھی اس سے سبق لینا چاہیئے۔ حضرت مسیح موعودؑ سے ملیں گے تو پھر صحابہ سے ملیں گے۔ اگر صحابہ سے محبت ہے اور شوق ہے ان سے ملنے کا تو جیسا کہ مسیح موعودؑ فرماتے ہیں ''صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا'' تو اگر حضرت مسیح موعودؑ کو پالیں گے تو صحابہ کو بھی ساتھ ہی پالیں گے اور صحابہ کو پا نہیں سکتے جب تک رسول اللہﷺ کو نہ پائیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریمﷺ نے فرمایا: ایک شخص اپنے ایک للٰہی بھائی سے جو دوسرے گاؤں میں رہتا تھا' ملاقات کے لئے نکلا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے راستہ میں ایک فرشتہ مقرر کر دیا۔ جب وہ شخص اس فرشتے کے پاس سے گذرا تو اس نے پوچھا کدھر جا رہے ہو؟ اس نے جواب دیا میں فلاں سے ملنے جا رہا ہوں! اس نے پوچھا کیا رشتہ داری کی وجہ سے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ اس نے پوچھا تو پھر اس کے کسی احسان کی پاسداری کی وجہ سے؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ اس نے کہا تو پھر کیا سبب ہے کہ اس کے پاس جا رہے ہو؟ اس نے جواب دیا اس لئے کہ مجھے اس سے للٰہی محبت ہے۔ محض اللہ کی خاطر میں اس سے محبت کرتا ہوں۔

پس وہ کثرت سے آنے والے جو جلسہ پر یا ویسے یہاں آتے ہیں' اس عاجز میں تو کوئی بات بھی نہیں حقیقت یہی ہے مگر وہ مجھ سے بہر حال للٰہی محبت کرتے ہیں۔ پس ان کو مبارک ہو کہ اس پر اس فرشتے نے کہا سنو' میں تمہاری طرف خدا کا یہ پیغام لے کر آیا ہوں کہ وہ خدا بھی تم سے محبت کرتا ہے' اس وجہ سے کہ تم اس شخص سے خدا کی وجہ سے محبت کرتے ہو۔

(مسند احمد بن حنبل)

اور یہ حدیث ترمذی کتاب الصلوۃ باب ماجآء فی فضل صلوۃ علی النبی ﷺ میں بیان ہوئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا قیامت کے دن لوگوں میں سے سب سے زیادہ میرے نزدیک وہ شخص ہوگا جو ان میں سے مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجنے والا ہوگا۔ پس درود پر بہت زور دینا چاہیئے دن رات درود کا ورد رہنا چاہیئے۔ باتیں اور بھی ہو رہی ہوں تو زبان پر درود ہی رہنا چاہیئے۔

ہاں یہ درود کے سلسلہ میں مجھے یاد آ گیا بعض لوگ ویسے درود بھیجتے ہیں مگر جب باتیں کرتے ہیں تو گندی باتیں کرتے ہیں اس لئے ان کے درود کا کوئی بھی فائدہ نہیں ہے۔ درود کا اسی کو فائدہ ہوگا جو دل کی گہرائیوں سے درود پڑھتا ہے اور

جب خیال ہٹتا بھی ہے کسی وجہ سے تو زبان از خود درود بھیج رہی ہوتی ہے تو دل کی متابعت بھی درود بھیجتی ہے۔

حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت رسول کریم ﷺ صبح کے وقت بہت خوش تھے اور خوشی کے آثار آپ کے چہرہ سے نمایاں تھے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آج آپؐ بہت خوش ہیں اور خوشی کے آثار آپؐ کے چہرے سے نمایاں نظر آ رہے ہیں۔ فرمایا: آج میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا' اس نے کہا تیری امت سے جو شخص بھی تجھ پر درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دے گا اور اس کے دس گناہ مٹا دے گا اور اس کے دس درجات بلند کرے گا۔ اس درود کی مناسبت سے اس کی طرف ثواب لوٹایا جائے گا۔ (مسند احمد بن حنبل)

اب یہ جو آخری فقرہ ہے ''درود کی مناسبت سے''۔ اس نے دس کے عدد کو غیر محدود کر دیا ہے کیونکہ درود کی مناسبت اگر زیادہ ہو گی تو پھر دس نیکیوں کا سوال نہیں پھر تو لامتناہی نیکیاں اس کے حق میں لکھی جائیں گی اور دس گناہ جھڑنے کی بات نہیں بلکہ گناہ جھڑنے کے بعد پھر نیکیاں عطا ہونی شروع ہو جائیں گی۔ پس یہ جو آخری فقرہ ہے' اس درود کی مناسبت سے اس کی طرف ثواب لوٹائے گا یہ بہت اہم ہے اور درود کے ثواب کو لامحدود کر کے دکھاتا ہے۔

اب میں آخر پر حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے بعض ارشادات آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ آج چونکہ نکاح بھی ہونے ہیں جمعہ کے بعد اس لئے میں نے نسبتاً مختصر امواد اکٹھا کیا ہے کیونکہ نکاح ہوتے ہوتے اتنی دیر ہو جائے گی جو عام طور پر جمعہ کے بعد ہوا کرتی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: ''ابتلا کے وقت ہمیں اندیشہ اپنی جماعت کے بعض ضعیف دلوں کا ہوتا ہے۔ میرا تو یہ حال ہے کہ اگر مجھے صاف آواز آوے کہ تو مخذول ہے اور تیری کوئی مراد ہم پوری نہ کریں گے۔ تو مجھے خدا تعالیٰ کی قسم ہے کہ اس عشق اور محبت الٰہی اور خدمت دین میں کوئی کمی واقع نہ ہو گی اس لئے کہ میں تو اسے دیکھ چکا ہوں''۔

(ملفوظات جلد اول جدید ایڈیشن صفحہ ۳۰۲)

پھر فرماتے ہیں: ''اگر زندگی خدا کے لئے ہو تو اس کی حفاظت کرے گا۔ بخاری میں ایک حدیث ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ سے محبت کا رابطہ پیدا کر لیتا ہے خدا تعالیٰ اس کے اعضاء ہو جاتا ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس کی دوستی یہاں تک ہوتی ہے کہ میں اس کے ہاتھ پاؤں وغیرہ حتیٰ کہ اس کی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب انسان جذبات نفس سے پاک ہو جاتا ہے اور نفسانیت چھوڑ کر خدا کے ارادوں کے اندر چلتا ہے تو اس کا کوئی فعل ناجائز نہیں ہوتا بلکہ ہر ایک فعل خدا کے منشاء کے موافق ہوتا ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ خدا تعالیٰ اسے اپنا ہی فعل قرار دیتا ہے۔ یہ ایک مقام ہے قرب الٰہی کا جہاں پہنچ کر سلوک کی منزلوں کو پورے طور پر طے نہ کرنے والوں نے یا تو ٹھوکر کھائی ہے یا الٰہیات سے ناواقف اور قرب الٰہی کے مفہوم کو نہ سمجھنے والوں نے غلط فہمی سے کام لیا ہے''۔

یہ جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں' اس کے پاؤں ہو جاتا ہوں' اس کی زبان ہو جاتا ہوں۔ اس کی وجہ سے ایک فرقہ وحدت وجود کا اسلام میں پیدا ہو گیا تھا۔ انہوں نے اس حد تک غلو سے کام لیا کہ وہ کہتے تھے کہ اگر خدا ہاتھ پاؤں ہو جاتا ہے تو خدا اور بندہ ایک ہی چیز ہے کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ کئی دوسرے مذاہب میں بھی اس قسم کا تصور باطل پیدا ہوا جو اس معاملے کو نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ وحدت وجود کا مسئلہ اگر حقیقت میں پیدا ہو سکتا تھا تو رسول اللہ ﷺ کے متعلق جو قرآن کریم میں آیات ہیں ان کی وجہ سے پیدا ہو سکتا تھا۔ مَارَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى کہ تو نے تیر نہیں چلایا جب تو نے تیر چلایا بلکہ اللہ نے تیر چلایا۔ پھر فرمایا يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ہاتھ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کا بیعت کرنے والوں کے ہاتھ پر تھا لیکن فرمایا يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ کہ اللہ کا ہاتھ ہے جو ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔ تو اگر وحدت وجود کا مسئلہ پیدا ہو سکتا تھا تو آپ ہی کے ساتھ وابستہ ہو سکتا تھا اور آپ نے سب سے زیادہ توحید کا سبق دیا ہے' توحید کے گن گائے ہیں۔ تمام عالم میں کسی نبی نے توحید کی ایسی خدمت نہیں کی جیسے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمائی ہے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَسَلِّمْ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

اسی مضمون کے متعلق مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: ''قرب الٰہی کے مفہوم کو نہ سمجھنے والوں نے غلط فہمی سے کام لیا ہے اور وحدت وجود کا مسئلہ گھڑ لیا ہے۔ اس بات کو بھی ہرگز بھولنا نہ چاہئے کہ جہاں انسان ابتلا میں پڑتا ہے وہ فعل خدا کے ارادہ سے موافق نہیں ہوتا''

''جہاں انسان ابتلا میں پڑتا ہے وہ فعل خدا کے اردہ سے موافق نہیں ہوتا'' یہ بہت گہری معرفت کی بات ہے اور اسے چند لفظوں میں سمجھانا مشکل ہوگا۔ حقیقت میں جب بھی انسان کسی ٹھوکر میں مبتلا ہوتا ہے کسی شک میں مبتلا ہوتا ہے تو ایسے افعال کی وجہ سے جو خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہوتے ہیں۔

''ایسا شخص اپنے جذبات کے نیچے ہوتا ہے نہ کہ منشاء الٰہی کے ماتحت۔ لیکن وہ انسان جو اللہ تعالیٰ کا ولی کہلاتا ہے اور خدا جس کی زندگی کا ذمہ دار ہوتا ہے وہ ہوتا ہے جس کی کوئی حرکت وسکون بلا استصواب کتاب الٰہی نہیں ہوتی۔ وہ اپنی ہر بات اور ارادہ پر کتاب اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس سے مشورہ لیتا ہے'' (ملفوظات، جلد اول، جدید ایڈیشن صفحہ ۱۷۷) اب مشورہ لینے کا مطلب یہ ہے کہ جب بھی کوئی فعل کرتا ہے تو بار بار توجہ قرآن کریم کے احکامات کی طرف منتقل ہوتی رہتی ہے اور ان کے مطابق فعل کرتا ہے۔

اب یہ بہت مشکل مضمون ہے اس لئے کہ آپ کر کے دیکھیں تو پھر پتہ چلے گا کہ کتنا مشکل کام ہے کہ ہر وقت قرآن کو اپنے اوپر حاکم رکھنا یہ بہت بلند مراتب ہیں جن کی بات مسیح موعودؑ کر رہے ہیں۔ لیکن بکثرت لوگ ایسے ہیں جو ان مراتب کی طرف حرکت کر رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کے اس کلام سے جو انتہائی مخلص بندوں کے حق میں ہے کمزوروں کو ڈرنا نہیں

چاہیئے - ان کے دل کا خوف دور کرنے کی خاطر میں ان کو بتا رہا ہوں کہ خدا تک پہنچنے کے بے شمار مراتب ہیں ضروری یہ ہے کہ حرکت اس طرف شروع ہو جائے اور دعا مانگتے رہیں - ہر وہ فعل آہستہ آہستہ زندگی میں اختیار ہوتا چلا جائے جو خدا تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہو اور وہ فعل جو خدا سے دور لے جانے والے ہوں ان سے انسان حتی المقدور بچنے کی کوشش کرتا رہے -

یہ جو حرکت ہے یہ ضروری ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی لامتناہیت کا مضمون بھی شامل ہے - کوئی شخص بھی خدا تعالیٰ کی طرف روحانی حرکت کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کو پا نہیں سکتا کیونکہ وہ غیر منتہی ہے - انبیاء بھی اس کو نہیں پا سکتے - پاتے تو ہیں لیکن اس حد تک جہاں سے آگے خدائی شروع ہو جاتی ہے اور واحد وجود وہی ہے کہ اس مقام سے آگے صرف خدا ہے - سدرۃ المنتہیٰ میں بھی یہی پیغام دیا گیا ہے کہ ایک موقع تک آنحضرت ﷺ پہنچے اور پھر وحدت وجود کا مضمون شروع ہو گیا تھا اس سے آگے بڑھنا خدا کی خدائی میں دخل دینا تھا -

یہ مولویوں نے تو عجیب و غریب قصے بنائے ہوئے ہیں - حیرت ہوتی ہے ان لوگوں کی عقل پر کہ ایک مولوی صاحب تقریر میں کہہ رہے تھے جب رسول اللہ ﷺ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے تو خاموش تھے تو خدا تعالیٰ نے یہ فلمی گانا گایا کہ "چپ چپ کھڑے ہو ضرور کوئی بات ہے، نئی ملاقات ہے، پہلی ملاقات ہے" حضرت محمد رسول اللہ تو رہتے ہی اللہ تعالیٰ کے ساتھ تھے اور یہ فلمی گانا آج کا یہ اس وقت خدا نے گایا جب رسول اللہ ﷺ کا معراج ہوا ہے؟ تو مولویوں نے اس قسم کے قصے گھڑ رکھے ہیں - خدا کا شکر کریں کہ آپ کو مولویت سے نجات ملی ہے - بڑا اللہ کا احسان ہے - میں تو ان کی حالتیں دیکھتا ہوں تو خدا کا شکر کرتا ہوں کہ کس طرح خدا تعالیٰ نے اس جماعت کو بچا لیا ہے ان مولویوں سے اور مولویت سے -

فرماتے ہیں: "غرض یہ یقیناً یاد رکھو کہ کامل اتباع کے ثمرات ضائع نہیں ہو سکتے - یہ تصوف کا مسئلہ ہے - اگر ظلی مرتبہ نہ ہوتا تو اولیاء امت تو مر جاتے" - ظلی مرتبہ، یعنی خدا تعالیٰ کے رسول کی طرف سے عکس کا مضمون جو ہے اگر یہ "نہ ہوتا تو اولیاء تو مر جاتے - یہی کامل اتباع اور بروزی اور ظلی مرتبہ ہی تو تھا جس سے بایزید، محمد کہلایا اور اس کہنے پر ستر مرتبہ کفر کا فتویٰ ان کے خلاف دیا گیا اور انہیں شہر بدر کیا گیا" بایزید بسطامی تو یہی کہا کرتے تھے کہ ظلی طور پر میں محمد ہوں - مراد یہ تھی کہ میں محمد رسول اللہ کے عشق میں فنا ہوں - تو ظاہری لوگ جو سمجھ نہیں سکے بات کو، انہوں نے ان پر فتویٰ دیا اور کئی ایسے کہنے والے جو اپنے آپ کو خدا کہتے تھے ان کو دار پر بھی لٹکا دیا - وہ آخر وقت تک اَنَا الْحَق، اَنَا الْحَق، کہتے ہوئے دار پر چڑھ گئے -

تو علماء جو ہیں یا مولوی لوگ انہوں نے ہر زمانے میں فتنہ پیدا کیا ہے - کوئی نئی بات نہیں - اس لئے جماعت کو آج کل گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے - جب سے رسول اللہ ﷺ کا زمانہ گزرا ہے یہ لوگ فتنہ ہی کرتے رہے ہیں اور اہل حق کے خلاف فتنہ کرتے ہیں - حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات میں جہاں جہاں اپنے آپ کو محمد کہا گیا ہے یا اور اس قسم کی تحریرات ہیں

وہی مولوی زیادہ بولتا ہے اور پہلوں کے ساتھ بھی یہی سلوک کرتے آئے ہیں اس لئے اتنا گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ آخران سے نپٹے گا اور ایک وقت ایسا آئے گا کہ دنیا دیکھے گی انشاء اللہ۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: ''کاش وہ ان حالی کیفیات سے واقف ہوتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ آنحضرتؐ کی قدر اور حقیقت ان لوگوں نے سمجھی ہی نہیں۔ اگر آنحضرت ﷺ کے اتباع کی تاثیرات اور ثمرات بھی باقی نہیں ہیں تو پھر آنحضرت ﷺ کی زندگی کا ثبوت ہی کیا ہے'' جب کہ اس کے نتائج اور برکات ہم کو مل نہیں سکتے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہ ایک بے ہودہ اور کفریہ خیال ہے۔ اسلام کی اتباع کے ثمرات اب بھی اور ہمیشہ مل سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات میں بخل نہیں اور نہ اس کے ہاں کسی بات کی کمی ہے۔'' (ملفوظات جلد چہارم جدید ایڈیشن صفحہ ۴۰۶)

پھر حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: ''میرا یہ ذاتی تجربہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی سچے دل سے پیروی کرنا اور آپؐ سے محبت رکھنا انجام کار انسان کو خدا کا پیارا بنا دیتا ہے۔ اس طرح پر کہ خود اس کے دل میں محبت الٰہی کی ایک سوزش پیدا کر دیتا ہے۔ تب ایسا شخص ہر ایک چیز سے دل برداشتہ ہو کر خدا کی طرف جھک جاتا ہے اور اس کا انس اور شوق صرف خدا تعالیٰ سے باقی رہ جاتا ہے۔ تب محبت الٰہی کی ایک خاص تجلی اس پر پڑتی ہے اور اس کو ایک پورا رنگ عشق اور محبت کا دے کر قومی جذبہ کے ساتھ اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ تب جذبات نفسانیہ پر وہ غالب آ جاتا ہے اور اس کی تائید اور نصرت میں ہر ایک پہلو سے خدا تعالیٰ کے خارق عادت'' یعنی عام لوگوں کے ساتھ یا دنیاوی لوگوں کے ساتھ جو سلوک ہوتا ہے اس کے علاوہ ایک غیر معمولی سلوک اس سے کیا جاتا ہے تو ''خدا تعالیٰ کے خارق عادت افعال نشانوں کے رنگ میں ظاہر ہوتے ہیں''۔

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ مطبوعہ لندن صفحہ ۲۷-۲۸)

اب آخر پر حضرت مسیح موعودؑ کا یہ اقتباس میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں ....

آپ فرماتے ہیں:- ''میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے' ہزار ہزار درود اور سلام اس پر' یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو اس حق کے مطابق شناخت نہیں کیا گیا''۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی۔ اس لئے خدا نے بھی جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو تمام انبیاء اور تمام اولین اور آخرین پر فضیلت بخشی اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں۔ وہی ہے جو سر چشمہ ہر ایک فیض کا ہے۔''

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۱۸، ۱۱۹)

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل ۱۷/۲۳ دسمبر ۱۹۹۹ء)

سیرت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

از: مکرم صوفی محمد اسحٰق صاحب

آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات اپنے علم وفضل، ذوق عبادت، تفقہ فی الدین اور تقویٰ کے لحاظ سے بلند مقام رکھتی ہیں۔ انہی مبارک وجودوں میں سے حضرت عائشہ صدیقہؓ بھی ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کے مطابق نہایت بلند مقام ومرتبہ رکھتی ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کے اخلاق حسنہ: سیدتنا حضرت عائشہؓ کی سیرۃ پر عربی اور اردو میں بہت سی کتب ملتی ہیں جن میں آپ کے اخلاق عالیہ، علم دین، فیاضی وسخاوت، ذکر الٰہی اور عبادت پر شرح وبسط کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے ذیل کی سطور میں ------- صرف چند ایک کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

حضرت عائشہؓ کا رخصتانہ نو برس کی عمر میں ہوا جس کے بعد پورے نو سال آپ نے حضورؐ کے عقد زوجیت میں بسر کئے۔ سایہ نبوی کے اس نو سالہ عرصہ میں آپ نے آنحضرت ﷺ کے اخلاق عالیہ کو اپنے اندر اس طرح سمو لیا تھا کہ پھر عمر بھر آپ ان اخلاق نبوی کا مظہر بنی رہیں اس لئے آپ کے اخلاق نہایت عالی قدر اور بلند مرتبت تھے کیونکہ آپ نے اس ذات اقدس سے تربیت حاصل کی جس کو خدا تعالیٰ نے مبعوث ہی اس لئے کیا کہ آپ اخلاق فاضلہ کی تکمیل کر کے دنیا کے لئے ایک نمونہ قائم کریں جیسا کہ آنحضرت ﷺ خود فرماتے ہیں کہ: بعثت لاتمم مکارم الاخلاق - کہ میں اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں۔

آنحضرت ﷺ سے خاص تربیت پانے والی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دوسری ازواج مطہرات پر کئی لحاظ سے تقدم حاصل ہے۔ آپ کی سیرت کے چند واقعات یہاں بیان کئے جاتے ہیں:-

(۱) حضرت عائشہؓ کے اخلاق کریمانہ کے ضمن میں آپ کی آزاد کردہ لونڈی حضرت بریرہؓ کی گواہی قابل قدر ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ واقعہ افک کے بارہ میں جب ان سے حضرت عائشہؓ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے کہا کہ میں نے تو اس نوخیز بچی میں اس کے سوا کچھ نہیں دیکھا کہ آپ گھر کا آٹا گوندھ کر چارپائی پر لیٹ جاتیں تو آپ کو اونگھ آجاتی اور عین اس وقت کوئی بکری گھر میں آجاتی اور سارا آٹا کھا جاتی - حضرت بریرہؓ کی یہ گواہی حضرت عائشہ صدیقہؓ کی طہارت نفس اور پاک باطنی پر کیسی عمدہ گواہی ہے۔ نوکروں سے گھر کے مالکوں کے عیب کا چھپا رہنا تقریباً ایک محال امر ہے اس لئے حضرت بریرہؓ کی علیٰ وجہ البصیرت یہ گواہی آپ کے کردار کا بے داغ ہونا پوری طرح ثابت کرتی ہے۔

(۲) جہاں تک آپ کی فیاضی اور سخاوت کا تعلق ہے تو اس بارہ میں بھی حضرت عائشہ صدیقہؓ اپنے شوہر نامدار حضرت محمد

مصطفیٰ ﷺ کی بہترین جانشین تھیں۔ آنحضرت ﷺ کے متعلق احادیث میں آتا ہے کہ آپؐ بے حد سخی تھے اور رمضان میں تو آپ کی سخاوت تیز ہواؤں سے بھی زیادہ ہوا کرتی تھی۔ یہ وصف کریمی حضرت عائشہ صدیقہؓ میں بدرجہ اتم موجود تھا۔ آپ کی خادمہ کی ہی روایت ہے کہ رمضان کا مہینہ تھا اور افطاری کا وقت بھی بہت قریب تھا اور گھر میں صرف اتنا ہی کھانا تھا کہ آپ اس سے صرف روزہ ہی افطار کر سکتی تھیں کہ کوئی سوالی عورت آگئی تو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اپنی خادمہ کو ارشاد فرمایا کہ کھانا اس عورت کو دے دو۔ خادمہ نے عرض کیا کہ پھر آپ کے افطار کے لئے اور کچھ نہیں ہے۔ اس پر آپ نے ذرا سختی سے کہا کہ میں جو کہتی ہوں کہ اسے دے دو تو تم اس پر عمل کرو چنانچہ خادمہ نے وہ کھانا اس سوالی عورت کو دے دیا اور آپ کے روزے کی افطاری کا انتظار کرنے لگیں۔ تھوڑی دیر کے بعد کوئی آدمی آیا اور اس نے دروازہ کھٹکھٹایا اور جب خادمہ دروازہ پر گئی تو اس نے بکری کے گوشت کی ایک پوری ران اس خادمہ کو تھماتے ہوئے کہا کہ یہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے لئے ہے جب اس نے یہ ران حضرت عائشہ صدیقہؓ کو پیش کی تو آپ نے فرمایا تمہیں افطاری کا فکر تھا اب بتاؤ کہ کیا اللہ نے ہمیں بھوکا رکھا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اولیاء اللہ کا اللہ تعالیٰ سے سلوک اور اللہ تعالیٰ کا اپنے اولیاء سے سلوک نہایت ہی پیارا ہوتا ہے اور اس بھید کو صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے اولیاء ہی جانتے ہیں۔

(۳) آپ کے عشق رسول کا واقعہ بھی کوئی کم حیرت انگیز نہیں ہے روایات سے پتہ چلتا ہے کہ جب ملک شام فتح ہوا تو وہاں سے چکی کا پسا ہوا نہایت ہی باریک آٹا آپ کے پاس مدینہ میں بھی پہنچا اور آپ کو اس کی روٹی پکا کر جب پیش کی گئی تو پہلا نوالہ کھاتے ہی آنکھوں میں آنسو آگئے اور جب آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا کہ یہ روٹی دیکھ کر مجھے آنحضرت ﷺ یاد آگئے ہیں کہ آخری عمر میں آپ کے دانت کمزور ہو چکے تھے اور ہم گندم کو پتھر کی سلوں پر پیس کر جو روٹی آپ کو پیش کرتی تھیں وہ بوجہ موٹا آٹا ہونے کے آپ سے پوری طرح چبائی نہیں جاتی تھی اور اب اس باریک آٹے کی روٹی کا نوالہ میرے گلے میں اٹک گیا ہے اور میں کہتی ہوں کہ کاش حضورؐ کی زندگی میں ایسا عمدہ آٹا ہمیں ملتا تو حضورؐ کو اس کا نوالہ چباتے ہوئے تکلیف نہ ہوتی۔ دنیا میں کتنی ایسی عورتیں ہوں گی جن کو اپنے خاوندوں سے ایسی محبت ہو کہ ان کے بعد بھی وہ ان کی محبت میں اس قدر سرشار ہوں کہ ان کی تکلیف کو نہ بھولیں اور خواہش کریں کہ کاش وہ اپنے خاوندوں کی یہ خدمت کر سکتیں۔

(۴) حضرت عائشہ صدیقہؓ کا ذوق عبادت بھی آنحضرت ﷺ کے ذوق عبادت کے عین مطابق تھا۔ آنحضرت ﷺ کی عبادات فرائض، سنن اور نوافل میں سے کوئی ایک بھی عبادت ایسی نہیں ہے کہ جس کو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اختیار کر کے تا عمر اس پر پوری طرح عمل نہ کیا ہو اور جہاں تک حج کا تعلق ہے تو آپ نے ہمیشہ اس کو اپنا دستور بنا رکھا تھا کہ آپ ہر سال باقاعدہ حج کے لئے جایا کرتی تھیں اور شاید ہی کوئی ایسا سال ہوگا کہ آپ نے اس مقدس فریضہ کو ادا نہ کیا ہو کیونکہ آپ نے

آنحضرت ﷺ سے یہ سن رکھا تھا کہ عورتوں کا حج کرنا ہی ان کا جہاد ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا مقام آئمہ امت کی نظر میں: علم دین کے لحاظ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی برتری ایک مسلم امر ہے (١) امام زہریؒ جو تابعین کے ایک پیش رو سمجھے جاتے ہیں فرماتے ہیں۔

''کانت عائشة اعلم الناس یسئلها الاکابر اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم'' (طبقات ابن سعد جزء ثانی قسم ثانی صفحہ ٢٦) یعنی حضرت عائشہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ (دینی) علم رکھتی تھیں بڑے بڑے صحابہؓ آپ سے مسائل پوچھا کرتے تھے۔

(٢) حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف کے صاحبزادے ابوسلمہؓ بھی ایک جلیل القدر صحابی تھے فرماتے ہیں:

''مارایت احدا اعلم بسنن رسول الله صلی الله علیه وسلم ولا افقه فی رای ان احتیج الی رائیه ولا اعلم بایة فیما نزلت ولا فریضة من عائشة (ایضاً) یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا جاننے والا اور رائے میں اگر اس کی ضرورت محسوس ہو تو آپ سے زیادہ فقیہ اور آیتوں کے شان نزول اور فرائض کے مسائل کا واقف کار حضرت عائشہؓ سے بڑھ کر کسی اور کو نہ دیکھا۔

(٣) حضرت عروہ بن زبیرؓ کا قول منقول ہے کہ ''مارایت احدا اعلم بالحلال والحرام والعلم والشعر والطب من عائشة ام المومنین'' کہ میں نے حلال وحرام اور علم اور شاعری اور طب میں ام المومنین حضرت عائشہؓ سے بڑھ کر کسی اور کو نہیں دیکھا۔

اگرچہ حدیث اور سنت نبوی کی اشاعت کا فرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر ازواج مطہرات بھی ادا کرتی رہتی تھیں تاہم اس میں حضرت عائشہؓ کا مرتبہ باقی سب ازواج مطہرات سے بہت ہی بلند ہے۔ اسلامی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو بہت سی احادیث زبانی یاد تھیں لیکن حضرت عائشہؓ اور ام سلمہؓ اس فن میں سب سے بڑھ کر تھیں۔

(٤) مسروق تابعی جو حضرت عائشہؓ کے زیر تربیت رہے وہ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم میں نے بڑے بڑے صحابہ کو حضرت عائشہؓ سے علم الفرائض کے مسائل دریافت کرتے خود دیکھا ہے۔

مستدرک حاکم میں امام زہری کی یہ شہادت بھی موجود ہے کہ

''لو یجمع علم الناس کلهم وعلم ازواج النبی صلعم فکانت عائشة اوسعها علماً'' کہ اگر تمام مردوں اور سب امہات المومنین کا علم اکٹھا کر دیا جائے تو بھی حضرت عائشہؓ

کا علم ان سب سے زیادہ ہے۔

بعض محدثین نے حضرت عائشہؓ کے فضائل میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خذوا اشطر دینکم عن حمیراء یعنی اپنے مذہب کا ایک حصہ اس سے سیکھو۔ ایک اور حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا نصف دین ان سے سیکھو کیونکہ وہ نصف دین کی حامل ہیں۔

حضرت عائشہؓ کی وجہ فضیلت: جہاں تک کسی حدیث کے صحیح اور قابل قبول ہونے کا سوال ہے تو اس بارہ میں بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا موقف صحیح اور قابل قبول ہے کہ صحیح حدیث وہ ہے جو قرآن کی کسی آیت کے خلاف نہ ہو۔ حضرت عائشہ صدیقہ جن باتوں میں اپنی فضیلت بیان کیا کرتی تھیں وہ نو ہیں جو جامع صحیح بخاری اور جامع ترمذی مناقب عائشہ کے تحت یوں درج ہیں۔ آپ فرمایا کرتی تھیں کہ میں فخر نہیں کرتی بلکہ بطور واقعہ کہتی ہوں کہ خدا نے مجھے نو ایسی باتوں سے نوازا ہے جن میں میرا کوئی مدمقابل نہیں ہے اول: خواب میں فرشتے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے میری تصویر پیش کی دوم: سات برس کی عمر میں میرا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا سوم: نو برس کی عمر میں میرا رخصتانہ ہوا چہارم: میں اکیلی ہی آپ کی کنواری بیوی تھی اور کوئی بیوی کنواری نہ تھی۔ پنجم: خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں سے کہا کہ تم میں سے کسی کی خواب گاہ میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوئی صرف عائشہ کی خواب گاہ میں ہی مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔ ششم: میں آپ کی محبوب ترین رفیقہ حیات تھی ہفتم: میری شان میں اور میری وجہ سے قرآن کریم کی متعدد آیات نازل ہوئی ہیں (مثلاً سورہ نور کی آیت ۱۲ تا ۱۹ جن میں حضرت عائشہؓ کی واقعہ افک میں برات بیان ہوئی ہے اور سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۷ جس میں تیمم کا حکم نازل ہوا ہے) ہشتم: میں نے حضرت جبرائیل کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ نہم: آنحضرت ﷺ کی وفات اس حالت میں ہوئی کہ آپ کا سر مبارک میری گود میں تھا۔ مزید برآں ایک وجہ فضیلت یہ بھی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ میں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین ہوئی جو یقیناً ایک ایسا اعزاز ہے جو کسی اور بیوی کو حاصل نہیں ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی زندگی میں دو واقعات ایسے ہیں جن کا آپ کے دل پر بڑا گہرا اثر ہوا تھا ان میں ایک تو واقعہ افک ہے جس کا پہلے تو کئی روز آپ کو علم ہی نہ ہوا اور جب ہوا تو آپ کئی روز تک سخت پریشان رہیں اور یہ پریشانی اس وقت تک دور نہ ہوئی جب تک کہ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں آپ کی برات کی آیات نازل نہ کیں۔ یہ واقعہ ایسا ہے کہ جو ہمارے قابل احترام استاد علامہ حضرت میر محمد اسحٰق .... نے ایک دفعہ دو تین روز تک بیت اقصیٰ قادیان میں ہونے والے اپنے درس بخاری شریف میں پوری شرح وبسط کے ساتھ اس طرح بیان کیا کہ جو میرے دل پر آج تک نقش ہے۔ اس کی تفصیل کسی دوسرے موقعہ پر بیان کی جائے گی۔

رحم کا دیوتا

یوں تو پاپی تن کو اپنے جیون بھر چمکایا
مَن مورکھ کا مَیل نہ اُترا، کیا کیا زور لگایا

پاپ کے گھنگھرو پاؤں میں باندھے تن جھومے بَل کھائے
مَن کرموں کو یاد کرے اور شرم سے مَر مَر جائے

سر پر پاپ کا بوجھ اٹھائے اور نینوں میں نِیر
پنڈت جوگی کوئی نہ چھوڑا، کیا ملّا کیا پیر

رحم کی بھکشا مانگی سب سے، کچھ بھی ہاتھ نہ آیا
جانے کیوں مُنہ موڑ گیا ہے، اپنا اور پرایا

گھور اندھیرے مایوسی کے پاپی کو تھے گھیرے
ایسے میں آواز اِک آئی، سُن کے دکھڑے میرے

نِیر کے گنگا جل سے پگلے! مَن مَندر چمکاؤ
نِیر بہا کر، دیپ جلا کر، سوئے بھاگ جگاؤ

پاپ ہیں ایسی آگ کہ جس سے دھرتی بھی جل جائے
پر وہ رحم کا دیوتا آیا، کملی کو پھیلائے

اس کی دَیا سے برکھا برسے، سارا جگ لہرائے
کرپا اُس کی دَھرم نہ پوچھے، جو آئے سو پائے

سید احسن اسمٰعیل صدیقی مرحوم۔ گوجرہ

انسانی حقوق اور دین حق

محترم چوہدری حمید اللہ صاحب وکیل اعلیٰ تحریک جدید نے جماعت احمدیہ کینیڈا کے جلسہ سالانہ ۲۰۰۰ء کے آخری روز ۲ جولائی کو ٹورنٹو میں انسانی حقوق (اور دین حق) کے موضوع پر ایک جامع تقریر فرمائی۔ محترم چوہدری صاحب نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے نمائندہ کی حیثیت سے جماعت احمدیہ کینیڈا کے جلسہ سالانہ میں شرکت فرمائی تھی۔

یہ مضمون احمدیہ گزٹ کینیڈا کی اشاعت اگست/نومبر ۲۰۰۰ء میں شائع ہوا جس کا ترجمہ مکرم پروفیسر منور شمیم خالد صاحب کی سعی جمیلہ ہے۔ جزاہ اللہ۔ اس موضوع کی افادیت کے پیش نظر ماہنامہ انصاراللہ اسے شائع کر رہا ہے۔ (ایڈیٹر)

زمانہ قدیم سے، انسان نے ہی انسان کا استحصال کیا، اسے گونا گوں تکالیف، مصائب اور مظالم کا شکار بنا کر انسانی حقوق سے محروم کئے رکھا۔ بلاشبہ انسانی تاریخ کے اس سیاہ دور کے ایسے ہی محروم توجہ، انسانیت سوز سلوک کے خلاف کبھی کبھی، کہیں نہ کہیں احتجاج کی بازگشت ضرور سنائی دیتی رہی ہے۔ اور بعض دفعہ انہی تاریک راہوں میں امید کی کرنیں، حقوق سے محروم لوگوں کو ضرور اپنی طرف متوجہ کرتی رہی ہیں۔ جیسا کہ انگلستان کا منشور عظیم، میگنا کارٹا (MAGNA CARTA) عرضداشت حقوق (PETITION OF RIGHTS) اعلان حقوق ریاست ورجینیا (THE VIRGINIAN DECLARATION OF RIGHTS) اور امریکن مسودہ حقوق (AMERICAN BILL OF RIGHTS) وغیرہ یہ سب تحریکیں حقوق انسانی کے نمایاں سنگ میل ہیں۔ لیکن جب آپ ایک نقاد کی حیثیت سے ان یادداشتوں اور مسودات کا مطالعہ کرتے ہیں تو کچھ مایوسی بھی ہوتی ہے۔ کیوں کہ ان تاریخی دستاویزات میں توقعات کے مطابق وہ کچھ نہیں ملتا جس کی ہم خواہش کرتے ہیں۔ یہ مسودات حقوق یا منشور انسان کو اس کی محرومیوں سے راہ نجات نہیں دکھاتے اور نہ ہی کسی دائمی روشنی و راہنمائی کی طرف لے جاتے ہیں۔ یہ مسودات، اگر اپنے ظاہری الفاظ میں نہیں تو ان کی معنوی روح اور حقوق کی تشریح و نفاذ کو ہم ''آرویلین فارمولا'' (ORWELLIAN FORMULA) کے الفاظ میں کہہ سکتے ہیں کہ ALL ARE EQUAL, BUT SOME ARE MORE EQUAL THAN OTHERS" ''سب لوگ برابر ہیں، مگر بعض، دوسروں کی نسبت، زیادہ برابر ہوتے ہیں'' اور جہاں تک، اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر کا تعلق ہے تو اس کی زیادہ تر حیثیت، علمی بحث کی وہ شکل ہے جس میں انسانی حقوق کے ارتقائی سفر کا جائزہ لیا جاتا ہے جو گذشتہ صدیوں میں تشکیل پذیر ہوتے ہوئے بالآخر، حقوق انسانی کو ایک تفصیلی مسودہ کی شکل میں اقوام متحدہ کے ''چارٹر'' کا حصہ بنا دیا گیا۔

لیکن یو۔این چارٹر کے باوجود، ہمارے اپنے موجودہ دور میں بھی، انسانی حقوق کی صورت حال، کچھ اتنی بہتر نہیں ہے۔

بلکہ کئی لحاظ سے تو انسانی حقوق بدتر حالت میں ہیں- کیونکہ انسانوں کو مختلف طور طریقوں اور چالبازیوں سے ظلم و ستم کا شکار بنایا جا رہا ہے جو صاف بات یا راست گوئی کی بجائے دوہرے معیار کی آمرانہ روش ہے جسے اختیار کرتے ہوئے طاقت کا نشہ انسان کو خوفناک حد تک مزید طاقتور بنا دیتا ہے- اس کے نتیجہ میں سچائی اور اچھائی کی تمیز اٹھ جاتی ہے اور دھوکہ دہی، مکاری، سرد مہری، خودغرضی اور انانیت نے عالمی سطح پر تشدد، عسکریت پسندی اور مذہبی بنیاد پرستی کے ذریعہ حق تلفیوں اور نفسیاتی زیادتیوں کو جنم دیا ہے- ہم سب مسلسل خوف کے سائے میں زندگیاں بسر کر رہے ہیں- انسان ہی انسان کا ایسا دشمن بن چکا ہے کہ ماضی میں جس کی مثال نہیں ملتی اور بظاہر نوع انسان کے لئے کہیں بھی کوئی امید، امن اور روشنی کی کوئی کرن نظر نہیں آتی! ہاں دینِ حق کی خوبصورت تعلیم، روشن مستقبل کی نوید، اور حقیقی امن و سلامتی کا پیغام دے رہی ہے-

انسانی حقوق کا حقیقی تصوّر: جب ہم انسانی حقوق کے دینی تصوّر کا دوسرے نظریات سے موازنہ کرتے ہیں تو تین حقیقتیں مسلّمہ نظر آتی ہیں:

اول:- انسانی حقوق کو وسیع تر مفہوم میں یعنی خدا تعالیٰ کی تمام مخلوقات کے حقوق کے ساتھ تسلیم کرنا پڑتا ہے- بلکہ خود خالق کائنات کے حقوق بھی تسلیم کرنا ہوں گے- ہم انسان کے حقوق کو جانوروں کے حقوق سے بھی الگ نہیں کر سکتے- اگر ایسا کریں گے تو انسانی حقوق کی رستی بنیاد اور معقولیت کا جواز ختم ہو جائے گا-

دوم:- ہم تمام قسم کے حقوق، اپنا وجود اور اہمیت، دینِ حق کی اخلاقی اور روحانی اقدار سے اخذ کرتے ہیں- مضبوطی سے قائم و دائم یہ اقدار خدا تعالیٰ کی وحدت کے نظریہ سے منسلک ہیں- کسی اور مکتب فکر میں حقوق کو اتنی مضبوط اور مستحکم بنیادیں میسّر نہیں- اس طرح حقوق کے دنیاوی/سیکولر اصولوں/مفروضات کو پرکھنے پر انہیں بہت ہی ناقص، کمزور اور ناپائیدار پاتے ہیں-

سوم:- دینِ حق جس طرح حقوق کی تمام اقسام پر، جتنی گیرائی اور گہرائی میں جا کر راہنمائی کرتا ہے- کسی اور دنیوی مکتبِ فکر میں ویسی راہنمائی نہیں ملتی- اور نہ ہی کوئی دوسرا مذہب ایسا کرتا ہے- انسانی حقوق کے انہی مختلف الانواع پہلوؤں اور نکات کی توضیح و تشریح کرنا موضوع زیر بحث سے متعلق ہے جسے مختصراً بیان کیا جا رہا ہے-

عدل و انصاف کا بنیادی اصول: قرآن کریم میں سورۃ الرحمٰن کی آیات ۸-۹-۱۰ میں ہے-

''اور ہم نے آسمان (جنت) کو اونچا کیا ہے- اور (بنی نوع انسان کے لئے) میزان (ترازو) بنا کر توازن (کا اصول) قائم کیا- تم عدل کے ترازو کو نہ جھکاؤ- انصاف کے ساتھ وزن کرو اور تول کو کم نہ کرو''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے میزان (MEASURE) اور توازن (BALANCE) کے اصول قائم کر کے تمام نظام

کائنات میں ایک مربوط ہم آہنگی پیدا کر دی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی تمام مخلوقات کا حق ہے کہ اس کائناتی نظم ونسق اور اس کے فطری توازن میں کسی قیمت پر بھی خلل یا خرابی پیدا نہ ہو۔ اور ہمیں تاکیدی حکم ہے کہ اپنے تمام معمولات میں انصاف کو قائم رکھیں اور میزان وتوازن کے سلسلہ میں کمی بیشی نہ ہو۔

اس طرح انصاف (JUSTICE) کو تمام حقوق کا بنیادی اصول قرار دے کر نظام کائنات کے اندر کارفرما مربوط میزان وتوازن کا لائحہ عمل دیا ہے اور حقوق کے کسی ایک پہلو کی خلاف ورزی سے کائناتی ومعاشرتی نظام عدم استحکام کا شکار ہو جاتا ہے۔ چونکہ ساری کائنات ایک وسیع مربوط نظام توازن کے تحت چل رہی ہے لہٰذا انسانی معاشرہ میں حقوق وانصاف کا یہی اصول اپنانا ہوگا تاکہ ہر فرد کے حقوق کی ضمانت ملے اور افراط وتفریط (EXTREEMS) سے بچاؤ کرتے ہوئے بہترین راستہ اختیار کر کے ہر فرد وبشر، خالق اور مخلوق کی طرف سے عائد ہونے والے فرائض سے عہدہ برآ ہو۔ لہٰذا حقوق انسانی کا تصور، عمومی طور پر ہر ایک کے ساتھ عدل وانصاف کا اس رنگ میں تقاضہ کرتا ہے کہ جس طرح کائنات میں مربوط نظم اور ہم آہنگی ہے۔ یہی انسانی حقوق کی عمارت کی اولین بنیاد ہے۔ جس کے دوسرے بنیادی عناصر اخلاقی اور روحانی اقدار ہیں۔

اخلاقی اور روحانی اقدار: انسانی حقوق کی اخلاقی وروحانی اقدار کا اطلاق بہت وسیع ہے۔ کیونکہ یہی اخلاقی اور روحانی اقدار تمام معاشرتی پہلوؤں اور سیاسی اور اقتصادی اغراض ومقاصد کو معین کرتی ہیں۔

دین حق کی اقدار کے اس بنیادی ڈھانچے کے کچھ بنیادی اصول ہیں۔ ان اصولوں کو سمجھ کر ہم حقوق انسانی کے دینی تصورات کا فہم حاصل کر سکتے ہیں۔ یہاں صرف دو بنیادی اصول زیر بحث لائے جا رہے ہیں۔

پہلا اصول تو قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیات سے یوں ہے۔

(ترجمہ) ''اور تمہارا معبود، واحد معبود ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ رحمان، (بے حد کرم کرنے والا اور رحیم (بار بار رحم کرنے والا) ہے'' (سورۃ البقرہ آیت ۱۶۴)

''اے لوگو! اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں نفسِ واحدہ (ایک ہی جان) سے پیدا کیا'' (سورۃ النساء آیت ۲)

'' اے لوگو! ہم نے یقیناً تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا۔ اور پھر تمہیں گروہ اور قبائل بنایا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ یقیناً اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ معزز وہی ہے جو اللہ کے نزدیک متقی / پرہیز گار ہے۔ یقیناً اللہ خوب جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے'' (سورۃ الحجرات آیت ۱۴)

پہلی دو آیات ہمیں اس حقیقت کی یاددھانی کراتی ہیں کہ ہم سب کا ایک خالق خدا ہے۔ اس نے ہمیں ایک ہی روح سے تخلیق کیا ہے۔ لہٰذا انسانی معاشرہ میں کسی قسم کی تمیز، تفریق یا ناانصافی نہیں ہونی چاہیے۔ تیسری آیت میں پُرزور اور غیر مبہم الفاظ میں تمام بنی نوع انسان کو مساوات کی حامل ایک ہی بھائی چارہ والی برادری قرار دیا گیا ہے۔ جو نیکی سچائی اور تقویٰ کی حامل ہونی

چاہئے۔ یہ آیت نسلی برتری اور قومی تفوّق و انانیت سے جنم لینے والے غلط نظریات کی بیخ کنی کر رہی ہے۔ ایک انسان کے کردار کی عظمت کا معیار اس کے اعلیٰ اخلاق اور تقویٰ کا وہ احساس ہے جس کے ساتھ، وہ خدا اور خلق خدا کی طرف سے عائد ذمہ داریوں کو ادا کرتا ہے۔ سب بنی نوع انسان ایک خاندان کی طرح ہیں۔ نسلوں، قبیلوں اور قوموں میں تقسیم، ایک دوسرے کو پہچاننے اور ایک دوسرے کی قومی خوبیاں اور اچھائیاں سمجھنے کی خاطر ہے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر پیغمبر اسلام ﷺ نے ایک بہت بڑے مجمع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

(ترجمہ) ''اے لوگو! تمہارا خدا ایک ہے۔ اور تمہارا باوا آدم بھی ایک ہی ہے۔ کسی عرب کو غیر عرب پر فوقیت نہیں اور نہ ہی کسی غیر عرب کو عرب پر۔ سفید کو کالے پر کوئی برتری نہیں۔ نہ کوئی کالا کسی سرخ یا سفید پر فوقیت رکھتا ہے۔ اگر کوئی بڑا یا معزز ہے تو صرف اس لحاظ سے کہ وہ خدا تعالیٰ اور بنی نوع انسان کی طرف سے عائد ہونے والے فرائض سے کیسے عہدہ برآ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے معزز وہی ہے جو نیک اور خدا ترس ہو'' (بخاری)

دوسرا اصول سورہ النحل آیت ۹۱ میں ملتا ہے۔

(ترجمہ) ''اللہ یقیناً عدل و انصاف اور احسان و نیکی کا اور قرابت والوں کی طرح دوسروں کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی، ناپسندیدہ باتوں اور بغاوت سے روکتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تا کہ تم سمجھ جاؤ۔''

جہاں تک انسان کی اخلاقی اور روحانی زندگی کا تعلق ہے مندجہ بالا آیت ہمہ گیر وسعت رکھتی ہے۔ اس آیت میں تین اوامر اور تین نواہی ہیں (COMMANDMENTS OF PROHIBITIONS) بیان کئے گئے ہیں۔

پہلا حکم سب کے ساتھ انصاف (عدل) کرنے کا ہے۔ کلی انصاف میں ہر فرد دوسرے سے ویسا ہی سلوک کرے جیسا وہ اس کے ساتھ کرتے ہیں۔ اس کا وسیع تر عملی مفہوم یہ ہے کہ انصاف کی خاطر ہر فرد اور ہر چیز کا حق اسے دیا جائے۔ ہر ایک کے حقوق کا بدرجہ اتمّ احترام کیا جائے۔

دوسرا حکم اس آیت میں یہ دیا گیا ہے کہ ہر ایک سے اچھائی اور احسان کا سلوک کیا جائے۔ یہ احسان کا حکم، پہلے حکم انصاف سے زیادہ اعلیٰ و ارفع ہے۔

اس مرحلہ پر ایک انسان، دوسرے سے انصاف کرتے ہوئے، مزید آگے بڑھ کر احسان کا سلوک کرتا ہے۔ اور اس بات کا بالکل خیال نہیں کرتا کہ دوسرے اس سے کیا سلوک کرتے ہیں۔ تمام اخلاقی اقدار خدمت خلق، صدقہ و خیرات، غلطیاں معاف کرنا اور سوشل سروس کے کام بے لوث انداز میں بجا لانا یہ سب احسان کے حامل ہیں۔ علم کی روشنی پھیلانا اور تعلیم عام کرنا بھی احسان کے زمرہ میں آتا ہے۔ کیونکہ ایسی تمام سرگرمیوں کا مقصد انسان کی مادی و روحانی فلاح و بہبود ہی ہوتا ہے۔

تیسرا اور آخری حکم انسان کی اخلاقی ترقی کا اعلیٰ ترین مقام اِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی ہے یعنی دوسرے لوگوں کو، رشتہ داروں کی طرح کا مقام عطا کرتا ہے- اس الٰہی حکم، کے تحت انسان، دوسروں سے بے لوث نیکی اور بھلائی کا سلوک بغیر کسی امید، اجر یا معاوضہ کے کرتا ہے- بالکل فطری طریق پر نفع نقصان کم یا زیادہ کا خیال کئے بغیر جس طرح ایک ماں اپنے بچے سے بے لوث سلوک کرتی ہے کسی ستائش یا معاوضہ یا بدلہ کا خیال کئے بغیر- خدمت اور قربانی کا یہ فطری جذبہ خدا تعالیٰ نے ماں کے اندر ودیعت کیا ہے- جب انسان، ماں کی طرح فطری جذبہ خدمت سے سرشار ہو کر معاشرہ میں سرگرم عمل ہوگا تو اس وقت اس کے اندر اخلاقی ترقی کا ارتقائی عمل مکمل ہو جائے گا-

آیت مذکورہ کا دوسرا حصہ تین نواہی احکام بیان کرتا ہے- جن کو عربی زبان میں فَحْشَاء (بے حیائی) مُنْکَر (ناپسندیدہ اعمال) اور البَغْيِ (بغاوت) کہا گیا ہے- فحشاء یا بے حیائی میں وہ تمام برائیاں شامل ہیں جو کرنے والے کی ذات یا نجی زندگی تک محدود رہتی ہیں- منکر جو ناپسندیدہ اور بُرے اعمال ہیں- کرنے والے کے علاوہ دوسروں پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں- البَغْيِ میں وہ غلط اعمال آتے ہی جو حکومت کے خلاف منفی اثرات ڈالتے ہوئے معاشرہ میں بگاڑ پیدا کرتے ہیں-

المختصر ان نواہی کا لُبّ لُباب یہ ہے کہ خود کوئی ایسا کام نہ کرو جس سے تمہیں ذاتی نقصان ہو، اور نہ ہی وہ کام کرو کہ جس سے دوسروں کو نقصان پہنچے اور نہ ہی بغاوت اور سرکشی کرو کہ ریاست یا حکومت کا نقصان ہو اور نہ سوسائٹی کے عمومی مفاد کے خلاف عمل کرو- اس طرح ان تین سادہ الفاظ کے ذریعہ تمام امکانی برائیوں بداعمال کا گھیراؤ کیا گیا ہے-

یہاں صرف ان دو اصولوں پر بحث کی گئی ہے، جن پر اخلاقی اور روحانی اقدار کی بنیاد رکھی گئی ہے- اور یہی وہ اصول اور اقدار ہیں جو انسانی حقوق کو حقیقی مفہوم و اہمیت دے کر ان کو محض نعرہ یا لفاظی کا حامل نہیں بلکہ مسلمہ اور ناقابل تنسیخ حیثیت عطا کرتے ہیں- یہ حقوق اس وقت تک قائم ودائم، ناقابل شکست رہے جب تک کہ شریعت کی تعلیمات کی روح کو سمجھ کر، قرآن کریم اور آنحضرت ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر اپنی بہترین صلاحیتوں کے مطابق عمل کیا گیا- مگر قوم کے عمومی انحطاط کے بعد ایسا ہوا کہ ان اقدار کو بھلا دیا گیا بلکہ یوں کہیں کہ روند ڈالا گیا- البتہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے بانی حضرت مسیح موعودؑ کی آمد کے بعد ان اخلاقی وروحانی اقدار کا دوبارہ احیاء ہو رہا ہے- درحقیقت حضرت مسیح موعودؑ کی ذات بابرکات کے طفیل نیز ساری دنیا میں پھیلے ہوئے لاکھوں کروڑوں پیروکار اور جان نثار خدام، دین کی نشاۃِ ثانیہ کے عظیم الشان انقلاب ظہور پذیر ہوتے دیکھ رہے ہیں-

اقوام متحدہ اپنی مختلف AGENCIES (اداروں) کے ذریعہ حقوق انسانی کا ایجنڈا تمام رکن ممالک کو برائے عملدرآمد کرتی ہے- لیکن وہاں سے پھر آگے نچلی زمینی سطح (GRASS ROOTS LEVEL) پر ان حقوق کی عملی شکل کہیں بھی ابھرتی نظر نہیں آتی- نتیجہ یہ کہ عام آدمی انسانی حقوق سے اپنی عدم آگہی اور جہالت کی وجہ سے محرومیوں کا شکار رہتا ہے- دوسری طرف ہم یہ صورت حال واقعۃً دیکھتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کے افراد کے اندر ایک موثر آگہی اور شعوری فہم اور احساس ذمہ داری پایا

جاتا ہے کہ کسی طرح دستیاب وسائل کے اندر رہتے ہوئے حقوق و فرائض کا نظام قائم ہوتا اور کام کرتا نظر آئے۔ اس سلسلہ میں جماعت احمدیہ کے سربراہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کی قیادت و راہنمائی میں ساری دنیا کے احباب جماعت ہائے احمدیہ کو ایم ٹی اے کے ذریعہ دینی تعلیمات کی نشریات اور اس کی عملی تعبیرات سے متعلق بنیادی ہدایات اور تعلیم و تربیت کے لوازمات حاصل ہو رہے ہیں۔ ان حقوق و فرائض کے علم سے ایک نیا ماحول یعنی ایک نیا آسمان اور ایک نئی زمین وجود میں آ رہے ہیں۔ الحمد للہ۔ اور اس عالمی انقلاب میں ایم ٹی اے ایک موثر کردار ادا کر رہا ہے۔

انسانی حقوق کی تقسیم: انسانی حقوق مختلف زمروں میں تقسیم کئے جا سکتے ہیں۔ جن کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ حقیقت یہی ہے کہ ان تمام اقسام کو یکجا طور پر بھی لیا جائے تو بھی انسانی حقوق کے وسیع تر تناظر یا شکل تک رسائی حاصل نہیں کر پاتے۔ اور حقوق کی کوئی ایک قسم بھی اس کے احاطہ سے باہر یا خارج نہیں رہتی۔ لہٰذا ان حقوق پر بحث سے یہ جواز نہیں بنتا کہ ان حقوق کو کسی تسلیم شدہ حد بندی کے ساتھ وابستہ کر دیا جائے۔ یہاں انسانی حقوق کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا حصہ عمومی حقوق ہیں۔ دوسرا حصہ خصوصی حقوق پر مشتمل ہے۔

انسانوں کے عمومی حقوق ان اختیارات پر مبنی ہیں جو معاشرہ میں ہر فرد، مرد/عورت کو بحیثیت انسان حاصل ہوتے ہیں مثلاً آزادی ضمیر، آزادی فکر، آزادی اظہار رائے وغیرہ۔

اور خصوصی حقوق سے مراد وہ حقوق ہیں جو ہر فرد معاشرہ مرد و عورت کو اس کے عمومی حقوق سے زائد اور بڑھ کر ایسے معین کردار اور مقام کے حوالہ سے حاصل ہوئے ہیں جو بحیثیت فرد خاندان یا سوشل مقام کے مطابق شہری کو معاشرتی اقتصادی سیاسی اور دوسری حیثیتوں سے حاصل ہوں۔ دین حق ان تمام حیثیتوں کے حقائق کو تسلیم کرتے ہوئے تحفظات عطا کرتا ہے۔ لیکن فرد کی ان حیثیتوں کا غلط استعمال اور اختیارات کا استحصال ایک گناہ متصور ہوتا ہے۔ اور مختلف گروہوں کے مفادات کا تحفظ خصوصی حقوق کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ المختصر، انسانی سوسائٹی میں ہر فرد کے عمومی اور خصوصی حقوق ہوتے ہیں۔ موخر الذکر حقوق کا انحصار، معاشرتی گروہ سے تعلق کی بنیاد پر ہے۔

وہ حقوق، جن کو راقم الحروف نے دینی تعلیم کی روشنی میں عمومی اور خصوصی انسانی حقوق کے زمروں میں تقسیم کیا ہے۔ ان کی مکمل فہرست مرتب کرنا تو بہت وقت طلب کام ہے تاہم ان حقوق کی جزوی فہرست پر اکتفا کیا جائے گا۔

عمومی حقوق (GENERAL RIGHTS): ۱۔ فرد کا حقِ زندگی اور تحفظِ ذات، ۲۔ حقِ جائیداد، ۳۔ حقِ تحفظِ عزت و فضیلت، ۴۔ حقِ شخصی آزادی، ۵۔ حقِ مساوات، ۶۔ آزادی ضمیر، ۷۔ حقِ آزادی فکر و اظہار، ۸۔ حقِ بنیادی ضروریاتِ زندگی، ۹۔ آزادی انتخاب پیشہ، ۱۰۔ حقِ انصاف، ۱۱۔ حقِ شنوائی و سماعت، ۱۲۔ دوسروں کے اعمال کی ذمہ داری سے آزادی،

۱۳-حقِ حصولِ علم، ۱۴-حقِ خاندان، ۱۵-حقِ معاہدہ، ۱۶-حقِ خلوت، ۱۷-حقِ صحت، علاج ومعالجہ-

خصوصی حقوق:(PARTICULAR RIGHTS): ۱-خواتین کے حقوق ۲-مردوں کے حقوق ۳-بچوں کے حقوق، ۴-والدین کے حقوق، ۵-میاں بیوی کے باہمی حقوق وفرائض، ۶-یتیموں کے حقوق، ۷-عزیز واقارب کے حقوق، ۸-ہمسائیوں کے حقوق، ۹-مسافروں کے حقوق، ۱۰-بیماروں اور لاچاروں کے حقوق، ۱۱-مہمانوں کے حقوق، ۱۲-میزبانوں کے حقوق، ۱۳-جنگی قیدیوں کے حقوق، ۱۴-محنت کشوں کے حقوق، ۱۵-غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق-

عمومی حقوق کا مختصر ذکر: عمومی حقوق کے عنوان کے تحت، میں یہاں ان چند ایک حقوق پر جن کو آج کے محاورہ میں بنیادی انسانی حقوق(FUNDAMENTAL HUMAN RIGHTS) کہا جاتا ہے-یہ تمام حقوق، خصوصی حقوق کی طرح، چند بنیادی دینی اصولوں پر اساس رکھتے ہیں جن میں سے بعض پر روشنی ڈال چکا ہوں-اگرچہ ان کی بنیاد عقل اور معقولیت ہے لیکن درحقیقت یہ عطیہ خداوندی ہیں-اسی لئے یہ مقدس، ناقابل فسخ اور آفاقیت کے حامل ہیں-

عمومی حقوق میں سب سے اول اور اہم ترین ''حق زندگی'' ہے دین وشریعت ہر قسم کی زندگی کو احترام اور تقدس کا حامل قرار دیتے ہیں-اور بغیر کسی جواز کے کسی کو حق زندگی سے محروم نہیں کیا جاسکتا-دین حق غیر ضروری طور پر جانوروں کی ہلاکت یا جنگلی حیات کو تباہ کرنے کی بھی اجازت نہیں دیتا جبکہ انسانی زندگی تو خاص تقدس کی حامل ہے-قرآن کریم میں ارشاد ہے:

ترجمہ ''اور نہ قتل کرو اس نفس کو کہ جس کو اللہ نے حرام کیا ہے مگر (قانون یا شریعت) کی اجازت کے ساتھ'' (سورۃ الانعام آیت ۱۵۲)

''اور جس نے قتل کیا کسی نفس کو بغیر کسی نفس کے یا زمین میں فساد کیا تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا'' (سورۃ المائدہ آیت ۳۳)

''اور تم اپنے آپ کو قتل نہ کرو'' (سورۃ النساء آیت ۳۰)

''اور تم مفلسی کے خوف سے اولاد کو قتل نہ کرو ان کو بھی ہم ہی رزق دیتے ہیں'' (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۳۱)

بنیادی انسانی ضروریات کا حق: حق زندگی کے بعد بنیادی ضروریات کا حق اہم ترین حق ہے-اسی لئے معاشرتی زندگی کا پہلا سبق جو قرآن کریم کے مطابق حضرت آدم کو سکھایا گیا یہ تھا-

ترجمہ ''یقیناً اس میں تیرے لئے یہ (مقدر) ہے کہ تو بھوکا نہ رہے-اور تو ننگا نہ رہے-اور نہ تو پیاسا رہے اور نہ دھوپ میں جلے'' (سورۃ طٰہٰ آیت ۱۱۹-۱۲۰)

یہ دونوں آیات اس حقیقت کی نشاندہی کرتی ہیں کہ خوراک، پانی، لباس اور (چھت کا) سایہ (مکان) یعنی زندگی کے بنیادی لوازمات ہر فرد معاشرہ کا حق ہے۔ ہر فرد کا یہ ذاتی حق ہے اور حکومت کا فرض، بلکہ پوری بنی نوع انسان کی عالمی ذمہ داری ہے کہ کوئی ایک فرد بھی بھوکا پیاسا نہ رہے اور نہ ہی مناسب لباس اور معین رہائش اور پناہ گاہ کے بغیر رہے۔

ان بنیادی حقوق کے ساتھ گہرے طور پر وابستہ تمام انسانوں مرد اور عورت کا یہ حق ہے کہ ان کو اپنی خداداد جسمانی، ذہنی، اخلاقی اور روحانی صلاحیتوں کو نکھارنے کے وسائل اور مواقع مہیا کئے جائیں۔ یہ ایک بہت وسیع موضوع ہے۔ اور بہت سے حقوق اس کے ماتحت آتے ہیں۔ مثلاً مناسب تعلیم حاصل کرنے کا حق، ہر فرد کا حق کہ اس کی نفسیاتی ضروریات کا خیال رکھا جائے۔ نیز اپنی حدود کے اندر رہتے ہوئے تفریح کا حق بھی دیا جائے۔ پھر اپنی پسند کا پیشہ یا کام، دین کی بیان کردہ حدود کے اندر اختیار کرنے کا حق (FREEDOM OR RIGHT TO WORK) ہے۔ اگر فرد کو اس حق سے محروم رکھا جائے تو اس کے اندر کی خداداد صلاحیتیں گہنا جاتی ہیں۔ کام یا خدمت اور اس کے معاوضہ اور مزدوری کے حوالہ سے دینِ حق، ہر قسم کی تمیز، تفریق یا جنس، نسل قومیت یا مذہب کی بنیاد پر امتیازی سلوک کو رد کرتا ہے۔

چند مزید عمومی حقوق: یہاں چند مزید عمومی حقوق کا بیان بھی ضروری ہے۔ دینِ حق ہر فرد بشر کو تحفظ جائیداد کا حق اور عزت نفس کی ضمانت دیتا ہے اس ضمن میں قرآن کریم کی کئی ایک آیات ہیں۔ مثلاً تحفظ جائیداد پر قرآن کریم کا ارشاد ہے۔

ترجمہ ''اور ایک دوسرے کے مال کو آپس میں جھوٹ یا ناجائز طریق پر مت کھاؤ اور نہ جانتے بوجھتے ہوئے انہیں حکام کی طرف لے کر جاؤ تا کہ لوگوں کے مالوں کا کوئی حصہ ناجائز طور پر (گناہ کے ساتھ) ہضم کر جاؤ۔'' (سورۃ البقرہ آیت ۱۸۹)

اسی طرح انسانی وقار و حرمت کے تحفظ کے لئے قرآن کریم کی یہ آیات بھی ہیں۔

ترجمہ ''اور یقیناً ہم نے بنی آدم کو شرف و عزت دی ہے'' (سورۃ طٰہٰ آیت ۷۱)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ کوئی قوم کسی قوم کو حقیر سمجھ کر اس سے ہنسی مذاق نہ کیا کرے۔ ممکن ہے کہ وہ ان سے اچھی ہو اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کو حقیر سمجھ کر ان سے ہنسی ٹھٹھا کیا کریں۔ ممکن ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ اور نہ تم ایک دوسرے پر طعن کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے ناموں سے پکارو'' (سورۃ الحجرات آیت ۱۲)

حضرت رسول اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے آخری خطبہ میں فرمایا:

ترجمہ ''اے لوگو! تمہارا خون، تمہاری جائیدادیں اور تمہاری عزتیں اسی طرح محفوظ و مقدس محفوظ و مامون ہیں جس طرح کہ آج کا دن، یہ مہینہ اور تمہارا یہ شہر حرمت و تکریم کا حامل ہے'' (بخاری)

دینِ حق، سب انسانوں کو آزادی ضمیر کا حق (THE RIGHT OF FREEDOM OF CONSCIE) عطا کرتا

ہے- اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کو اپنا مذہب، عقیدہ اختیار کرنے اس پر عمل کرنے اور اسے دوسروں تک پہنچانے کا حق حاصل ہے یعنی وہ جس عقیدہ، مذہب کو سچ سمجھتا ہے- دوسروں تک پہنچانے کا بھی حق رکھتا ہے- قرآن کریم میں آتا ہے:

ترجمہ ''دین میں کسی قسم کا جبر نہیں'' (سورۃ البقرہ آیت ۲۵۷)

''تمہارے رب کی طرف سے دلیلیں آ چکی ہیں- پس جس نے دیکھا اس نے اپنے نفس کے (فائدہ) لئے دیکھا اور جو اندھا ہوا (کج روی اختیار کی) اس کا مواخذہ اسی پر ہوگا- اور میں تم پر ہرگز محافظ نہیں ہوں-'' (سورۃ الانعام آیت ۵-۱)

اسی موضوع پر ایک دوسری آیت، یوں روشنی ڈالتی ہے-

ترجمہ ''اور تو کہہ دے کہ یہ حق اور سچائی تیرے رب کی طرف سے ہے- پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے انکار کر دے- ہم نے یقیناً ظالموں کے لئے آگ تیار کی ہے'' (سورۃ الکھف آیت ۳۰)

قرآن کریم واضح طور پر کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو یہ کلی اختیار حاصل ہے کہ وہ کسی بھی فرد کے ایمان کو کامل کر دے- لیکن حقیقت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی کسی کو ایمان لانے پر مجبور نہیں کرتا- اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اختیار دیتا ہے کہ وہ اپنے فہم و فراست کے مطابق فیصلہ کرے- اگر کوئی ایسا کرتا ہے- تو پھر کسی کے لئے بھی یہ مناسب نہیں کہ وہ دوسرے کو عقیدہ و مذہب کے لئے مجبور کرے- یہی پیغام ہمیں سورۃ یونس میں ملتا ہے-

ترجمہ ''اور اگر اللہ اپنی مشیئت کو نافذ کرتا تو زمین پر موجود لوگ، سب کے سب، ایمان لے آتے- تو کیا تو لوگوں کو مومن بن جانے پر مجبور کرے گا؟'' (سورۃ یونس آیت ۱۰۰)

ارتداد اور ترک مذہب (APOSTASY) کو بعض اسی دنیوی زندگی میں قابل سزا جرم گردانتے ہیں- جب کہ دین حق ایسی تعلیم نہیں دیتا کہ کسی مرتد کو محض انحراف یا ترک مذہب کی وجہ سے سزا دی جا سکتی ہے اور نہ اس کے حقوق معطل کئے جا سکتے ہیں-

مندرجہ ذیل آیات قرآنیہ، واضح ثبوت ہیں کہ اس دنیا میں کسی کو تبدیلی مذہب پر کوئی سزا نہیں- سورۃ النساء میں ہے-

ترجمہ ''یقیناً جو لوگ ایمان لائے- پھر انہوں نے کفر (انکار) کیا- پھر ایمان لائے- پھر کفر کیا- اور پھر اپنے کفر میں مزید بڑھ گئے- اللہ انہیں ہرگز معاف نہیں کرتا اور نہ ان کو ہدایت کا راستہ دکھاتا ہے'' (آیت ۱۳۸)

''یقیناً وہ لوگ جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے ہوں پھر وہ کفر میں اور بھی بڑھ گئے ہوں- ان کی توبہ ہرگز قبول نہ کی جائے گی- اور یہی لوگ گمراہ ہیں'' (سورۃ آل عمران آیت ۹۱)

میاں بیوی کے باہمی حقوق: میاں بیوی خاندان اور معاشرہ کی بنیادی اکائی ہے اور یہ بالکل ایک فطری امر ہے کہ خصوصی حقوق ان باہمی حقوق کا احاطہ کریں جو خاندان کے بڑے کرداروں یعنی خاوند، بیوی اور بچوں کو حاصل ہوتے ہیں-

دین و شریعت نے شادی کو ایک ادارے کی حیثیت اور مقدس باہمی تعلق قرار دے کر افراد خاندان کے حقوق و فرائض کا واضح طور پر تعین کر دیا۔ میاں بیوی کے مابین انس و محبت کو کون سی چیز، مضبوط و مستحکم رکھتی ہے؟ قرآن کریم میں ہے۔

ترجمہ ''اور اس کے نشانات میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تمہاری ہی جنس میں سے تمہارے لئے جوڑے بنائے ہیں تا کہ تم ان کی طرف رجوع کر کے تسکین حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت کا رشتہ بنایا۔ اس میں غور و فکر کرنے والی قوم کے لئے بڑے نشان ہیں'' (سورۃ الروم آیت ۲۲)

اس طرح میاں بیوی کی باہمی محبت، چاہت، نیز ذہنی سکون و سکینت حاصل کرنا ہر دو کا اولین اور اہم ترین حق ہے۔ اور بھی حقوق ہیں لیکن ان کی تفصیل کا موقع نہیں مثلاً حق وراثت، حق جائیداد، باہمی حق طلاق، بچوں کی نگہداشت و پرداخت میں ان کے حقوق، بیوی کا خاوند پر نان و نفقہ/ ضروریات زندگی بہم پہنچانے کا حق، خواہ بیوی اپنی ملازمت یا آمدنی کے ذرائع رکھتی ہو۔ لیکن یہاں ان تمام حقوق کے بنیادی اصولوں کا ذکر ہو گا۔ قرآن کریم کی تعلیم ہے۔

ترجمہ ''اور جس طرح (بیویوں) کے بعض فرائض ہیں اسی طرح ان کے (خاوندوں پر) کچھ حقوق بمطابق دستور حاصل ہیں'' (سورۃ البقرہ آیت ۲۲۹)

اسی آیت میں یہ بھی تاکید کی گئی ہے کہ قرآن کریم اور اسوہ رسول ﷺ کے مطابق یہ حقوق دئے جائیں۔ آیت میں لفظ ''معروف'' استعمال کیا گیا ہے۔ جس کے ایک معنی طوعی کے ہیں۔ نیز فرمایا۔

ترجمہ ''اور ان کے ساتھ اچھے سلوک والی زندگی بسر کرو'' (سورۃ النساء آیت ۲۰)

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنی اہلیہ سے حسن سلوک کرتا ہے'' جب کہ مذکورہ آیت میں لفظ ''عاشروھن'' استعمال ہوا ہے جس میں باہمی بدلہ اور دو طرفہ عمل کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ اس طرح میاں بیوی پر لازم ہے کہ باہمی مفاہمت سے ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھتے ہوئے محبت اور چاہت سے زندگی گذاریں۔ یہاں قرآن کریم ایک استعارہ کے ذریعہ اسی تعلق کی وضاحت کرتا ہے یعنی

ترجمہ ''وہ (تمہاری بیویاں) تمہارا لباس ہیں اور تم (خاوند) ان کے لئے ایک لباس ہو'' (سورۃ البقرہ آیت ۱۸۸)

یہ آیت ایک پیاری اور دلکش مثال سے میاں بیوی کے باہمی حقوق، ایک دوسرے کی نسبت تعلقات کی نوعیت و حیثیت شادی کے مقاصد اور ان کی اہمیت پر راہنمائی کرتی ہے تا کہ ازدواجی تعلقات سے میاں بیوی کے لئے آرام و سکون حسنِ عمل کی زندگی ممکن ہو۔ شادی شدہ زندگی، محض مادی اور جسمانی تعلق کی تسکین کا ذریعہ ہی نہیں ہوتی بلکہ میاں بیوی کو برائیوں اور بدنامیوں (سکینڈلز) سے بھی محفوظ رکھتی ہے۔

ہمسائیوں کے حقوق: افراد خانہ کے حقوق کے ساتھ، ہمسایوں کے حقوق پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے اور ہمسائیگی کا

تصور بھی بہت وسیع ہے۔ محض مشترکہ دیوار والے مقامی رہائشی لوگوں تک محدود نہیں بلکہ تصور ہمسائیگی میں تمام ممکنہ صورت حال و احوال خوشی و غمی میں حصہ دار بن کر حق ادا کرنا بھی شامل ہے۔ چنانچہ قرآن کریم بیان کرتا ہے۔

ترجمہ ''اور تم اللہ کی عبادت کرو۔ اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ۔ ماں باپ کے ساتھ احسان کرو۔ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اور رشتہ دار ہمسائیوں اور بے تعلق/ اجنبی ہمسایہ کے ساتھ، اور پہلو والے لوگوں اور مسافروں اور جن کے تم مالک ہو (ان کے ساتھ بھی احسان کا سلوک کرو)۔ جو متکبر اور تفاخر کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کو پسند نہیں کرتا'' (سورۃ النساء آیت ۳۷)

اس میں ہمسایہ کے لئے تین اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں۔

پہلی اصطلاح والجار ذی القربیٰ ہے جس کا مطلب ہے ا۔ ہمسایہ جو کہ رشتہ دار ہے ۲۔ ہمسایہ جو کہ قریب ہی رہتا ہے ۳۔ ہمسایہ جو نرم دل اور مہربان ہے

دوسری اصطلاح والجاری ذی الجنب کی استعمال ہوئی ہے جس کا مطلب ہے ا۔ ہمسایہ جو کہ اجنبی ہے ۲۔ ہمسایہ جو فاصلہ پر رہتا ہے ۳۔ ہمسایہ جو مہربان نرم دل نہیں۔

تیسری اصطلاح والصاحب بالجنب کا مفہوم ہے ا۔ ہمسایہ جو ساتھ والے گھر کا ہے ۲۔ رفیق کار یا طالب علم ساتھی جو آپ کے ساتھ نشست رکھتا ہے۔ ۳۔ عام کاروباری شریک کار یا خاص تجارتی حصہ دار ہمسایہ ۴۔ ہمسایہ رفاقتِ سفر میں ۵۔ وہ افراد جو آپ کے مکان کا حصہ استعمال کرتے ہوں۔

قرآن کریم کہتا ہے کہ ان تمام اقسام کے ہمسائیوں سے نہ صرف انصاف کریں بلکہ ان سے احسان کا سلوک کیا جائے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ وہ شخص جس کا ہمسایہ اس کے شر سے محفوظ نہیں۔ وہ جنت میں داخل نہ ہو سکے گا'' (مسلم)

حضرت رسول اکرم ﷺ اپنے ہمسائیوں سے ہمیشہ انتہائی قدر و منزلت والا، احترام اور شفقت کا سلوک فرماتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جبرائیل ہمسایہ کے حقوق پر اتنے تکرار سے تاکید کیا کرتے تھے کہ بعض دفعہ مجھے خیال آتا کہ شاید ہمسایہ کو وارثوں میں ہی شمار کر دیا جائے گا (بخاری) ایک اور موقع پر فرمایا:۔

ترجمہ ''اپنے ہمسایہ کی مدد کرو اگر طلب کرے۔ اگر قرضہ مانگے تو اسے قرضہ دو۔ اگر کسی چیز کا ضرورت مند ہو تو اسے مہیا کرو۔ بیمار ہو جائے تو اس کی تیمارداری کرو۔ ہمسایہ وفات پا جائے تو میت کے ساتھ کفن دفن کے لئے جاؤ۔ اس کی کسی اچھی خبر کامیابی پر خوشی میں شریک ہو، ماحول کو پُر مسرت بناؤ، کسی مشکل یا مصیبت میں پڑنے پر ہمسایہ کی ہمت بڑھاؤ۔ نیز یہ کہ ہمسایہ کی اجازت کے بغیر اپنے مکان یا گھر کو اتنا بلند یا اونچائی کی طرف تعمیر نہ کرو کہ ہمسایہ کے مکان کی ہوا یا روشنی میں روک پیدا ہو۔ اور یہ کہ ہمسایہ کو کبھی ہراساں نہ کرو'' (کامل بن عدی)

حقوق انسانی اور حضرت اقدس مسیح موعود کی تعلیم: حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:-

''ہر ایک سلیم العقل سمجھ سکتا ہے کہ (دین حق) کی حقیقت تب کسی میں متحقق ہوسکتی ہے کہ جب اس کا وجود بمعہ اپنی تمام باطنی وظاہری قویٰ کے محض خدا تعالیٰ کے لئے اور اس کی راہ میں وقف ہو جاوے اور جو امانتیں اس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ملی ہیں پھر اسی معطی حقیقی کو واپس کر دی جائیں۔ اور نہ صرف اعتقادی طور پر بلکہ عمل کے آئینہ میں بھی اپنے (دین) اور اس کی حقیقتِ کاملہ کی ساری شکل دکھلائی جاوے یعنی شخص مدعی (دینِ حق) یہ بات ثابت کر دیوے کہ اس کے ہاتھ اور پیر اور دل اور دماغ اور اس کی عقل اور اس کا فہم اور اس کا غضب اور اس کا رحم اور اس کا حلم اور اس کا علم اور اس کی تمام روحانی اور جسمانی قوتیں اور اس کی عزت اور اس کا مال اور اس کا آرام اور سرور اور جو کچھ اس کا سر کے بالوں سے پیروں کے ناخنوں تک باعتبار ظاہر و باطن کے ہے یہاں تک کہ اس کی نیات اور اس کے دل کے خطرات اور اس کے نفس کے جذبات سب خدا تعالیٰ کے تابع ہو گئے ہیں کہ جیسے ایک شخص کے اعضا اس شخص کے تابع ہوتے ہیں......

''دوسری قسم اللہ تعالیٰ کی راہ میں زندگی وقف کرنے کی یہ ہے کہ اس کے بندوں کی خدمت اور ہمدردی اور چارہ جوئی اور بار برداری اور سچی غم خواری میں اپنی زندگی وقف کر دی جائے۔ دوسروں کو آرام پہنچانے کے لئے دکھ اٹھاویں اور دوسروں کی راحت کے لئے اپنے پر رنج گوارا کرلیں''

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۶۰-۵۹)

''قرآن کریم کے بڑے حکم دو ہی ہیں۔ ایک توحید و محبت و اطاعت باری عزاسمہ، دوسری ہمدردی اپنے بھائیوں اور اپنے بنی نوع کی ....'' (ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۵۵)

''ہمارا یہ اصول ہے کہ کل بنی نوع کی ہمدردی کرو۔ اگر ایک شخص ایک ہمسایہ ہندو کو دیکھتا ہے۔ کہ اس کے گھر میں آگ لگ گئی ہے۔ اور یہ نہیں اٹھتا کہ تا آگ بجھانے میں مدد دے تو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ مجھ سے نہیں ہے۔ اگر ایک شخص ہمارے مریدوں میں سے دیکھتا ہے کہ ایک عیسائی کو کوئی قتل کرتا ہے اور وہ اس کے چھڑانے کے لئے مدد نہیں کرتا تو میں تمہیں بالکل درست کہتا ہوں کہ وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

(سراج منیر روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۲۸)

قارئین تصحیح فرمالیں: ماہنامہ انصاراللہ کے شمارہ مارچ ۲۰۰۱ء کے صفحہ ۲۸ پر غلطی سے مولانا ذوالفقار علی خاں صاحب گوہر کی قادیان میں آمد ۱۹۶۰ء درج ہوئی ہے۔ جب کہ آپ کی قادیان میں آمد ۱۹۲۰ء ہے۔ قارئین تصحیح فرمالیں۔ (ادارہ)

تبصرہ کتب

(۱) تحریک آزادی کشمیر اور جماعت احمدیہ

از: مکرم پروفیسر میاں محمد افضل صاحب

ایک مصلح، ایک عظیم مذہبی رہنما کے متعلق یہ خبر دی گئی کہ وہ ''سخت ذہین و فہیم اور دل کا حلیم ہوگا اور وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا'' اس دل کے حلیم نے ۱۹۳۱ء میں ہی جان لیا اور بڑی شدت سے محسوس کیا کہ کشمیریوں کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا جارہا ہے۔ تو اس ذہین و فہیم انسان نے اس ظلم کے مداوا کے لئے تجویز کی کہ کشمیر کمیٹی بنائی جائے جو کشمیریوں کی مدد کا بیڑہ اٹھائے۔ پہلی میٹنگ میں جس میں ڈاکٹر اقبال اور دوسرے عمائدین بھی تھے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی پہ اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے آپ کو آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا صدر بنایا گیا۔ آپ نے اپنی بے انتہا جماعتی مصروفیات کے باوجود اسیروں کی رستگاری کیلئے ایسی تجاویز سوچیں اور اسی رنگ میں تگ و دو کی کہ کشمیر کا مسئلہ اجاگر بھی ہوا اور کشمیریوں کو ایک گونہ اطمینان بھی ہوا کہ کوئی تو ان کا ہمدرد، ان کا رفیق، ان کا محسن ہے۔ آپ کشمیریوں کے حقوق کے لئے کبھی خود جا کے وائسرائے ہند کو مل رہے ہیں کبھی وفد بھیج رہے ہیں، شہداء کے پس ماندگان کی دستگیری و نگہداشت ہو رہی ہے۔ اپنی جماعت کے لئے چوٹی کے وکلاء کے ذریعہ مظلوم کشمیریوں کی قانونی اعانت کی جارہی ہے، سمندر پار ممالک میں کشمیر کے کیس کو احسن رنگ میں پیش کیا جارہا ہے، مالی اعانت کی جارہی ہے اور ان سب اقدام کے نتیجہ میں ''کشمیری لیڈر بھی مرعوب و ممنون ہیں، شیخ محمد عبداللہ صاحب نے شکریہ ادا کیا'' اس بے لوث اور بے غرضانہ کوشش اور جدوجہد کے لئے جو آپ نے کشمیر کے درماندہ مسلمانوں کے لئے کی'' شیخ صاحب نے مزید اعتراف حقیقت کرتے ہوئے لکھا: ''نہ میری زبان میں طاقت اور نہ قلم میں زور اور نہ میرے پاس الفاظ ہیں جن سے میں جناب کا اور جناب کے بھیجے ہوئے کارکن مولانا عبدالرحیم درد، سید زین العابدین وغیرہ کا شکریہ ادا کروں۔ یقیناً اس عظیم الشان کام کا بدلہ جو کہ آنجناب نے ایک بے کس اور مظلوم قوم کی بہتری کے لئے کیا، صرف خدائے لَمْ یَزَلْ سے ہی حل ہوسکتا ہے'' گویا صحیح رنگ میں آپ نے ظلم وستم کے ستائے ہوئے جبر کے اسیر کشمیریوں کی رستگاری کی۔ مگر اس عظیم کام کا صلہ کیا دیا گیا؟ کہا گیا کہ ''ایک میرزائی کے سپرد یہ کام نہیں ہونا چاہئے'' اور آپ نے یہ دنیاوی عہدہ ان کے لئے جو نام ونمود کے متمنی تھے، چھوڑ دیا۔ مگر اس کے بعد ایسی خاموشی چھائی گویا کہ کشمیری کمیٹی کی آواز بھی دفن ہوگئی۔

مگر سب کے باوجود آپ نے کشمیریوں کا ساتھ نہ چھوڑا۔ اور پھر جون ۱۹۴۸ء میں گورنر گلینسی کو پیشکش کی کہ احمدی نوجوانوں کی فرقان فورس کشمیریوں کی مدد کے لئے میدان عمل میں اترے گی۔ اور احمدی نوجوان دو سال تک کشمیر کے اہم محاذوں پر لڑتے رہے جس کا اعتراف کمانڈر انچیف جنرل گریسی نے ان الفاظ میں کیا: ''کشمیر محاذ کا ایک اہم حصہ آپ کے سپرد کیا گیا۔ آپ نے ان توقعات کو پورا کر دکھایا جو آپ سے کی گئیں۔ دشمن نے ہوا سے اور زمین سے شدید حملے کئے لیکن آپ نے ثابت قدمی اور اولوالعزمی سے اس کا مقابلہ کیا اور ایک انچ زمین بھی اپنے قبضہ سے نہ جانے دی۔ آپ کے انفرادی اور مجموعی اخلاق کا معیار بلند تھا۔'' اور اس بلند معیار کا

اعتراف ۱۹۷ مجاہدین کو تمغہ جات عطا کرنے کی صورت میں کیا گیا۔

مختصراً یہ کہ اس سخت ذہین اور حلیم انسان نے کشمیریوں سے ہمدردی کا عملی ثبوت دیتے ہوئے بھرپور جدوجہد کی ان تاریخی حقائق کو مکرم شیخ عبدالماجد صاحب نے بڑی تفصیل کے ساتھ اور بڑے احسن رنگ میں اپنی کتاب ''تحریک آزادی کشمیر اور جماعت احمدیہ'' میں پیش کیا ہے۔ اس میں آپ نے اخباروں کے حوالے، کتابوں کے اقتباسات، خط و کتابت کی فوٹو کاپیاں بعض ہاتھ سے لکھے ہوئے خطوط کے عکس، تصاویر اور بہت سارا مصدقہ مواد یکجا کر دیا ہے جس سے آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی کارکردگی کا پورا نقشہ سامنے آ گیا ہے۔ گویا یہ کمیٹی ایک بار پھر زندہ ہو گئی۔ شیخ صاحب نے بڑی عرق ریزی اور محنت سے متعلقہ حوالہ جات تلاش کئے اور پھر انہیں ترتیب دے کر گیارہ ابواب میں پیش کیا۔ بہت بڑا تحقیقی کام جو بڑے احسن انداز میں کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ شیخ صاحب کے کام میں برکت ڈالے۔ توقع ہے کہ اس مفید کتاب کو پذیرائی ملے گی۔ ''تحریک آزادی کشمیر اور جماعت احمدیہ۔ تاریخی صداقتیں'' کے ناشر شیخ محمد یوسف صاحب ایڈووکیٹ غوثیہ کالونی قصور ہیں۔ کتاب جو ۱۹۲ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ اس کی قیمت ۷۵ روپے ہے اور یہ افضل برادرز گول بازار ربوہ کے علاوہ مصنف شیخ عبدالماجد صاحب سے ۳/۵۰ ایف بلاک ۵ کلفٹن، کراچی سے بھی مل سکتی ہے۔

(۲) عربی ادب کے شہ پارے

(ادارہ)

یہ کتاب مکرم مولانا صوفی محمد اسحٰق صاحب کی تازہ تالیف ہے جو اردو میں اپنی نوعیت کا پہلا اضافہ ہے اس میں عربی ادب کے نہایت عمدہ اقتباسات بمعہ اردو ترجمہ پہلی دفعہ شائع کئے گئے ہیں مزید برآں تمام عربی اقتباسات اعراب کے ساتھ ہیں۔

اس کتاب کا اکثر حصہ ان مقالات پر مشتمل ہے جو مکرم صوفی صاحب گذشتہ کئی سال تک ہفت روزہ ''لاہور'' کو ''عربی ادب اور اس کے شہ پارے'' کے عنوان سے بھجواتے رہے جنہیں ادارہ بڑی باقاعدگی سے شائع کرتا رہا اور اب یہ کتاب اردو اور عربی ادب کے شائقین کے لئے ایک انمول تحفہ بن کر منظر عام پر آئی ہے۔

اس کتاب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس محیر العقول دعویٰ کو ثبوت کے طور پر پیش کیا گیا ہے کہ عربی زبان امّ الالسنہ ہے اس طرح اس کتاب میں وعظ و نصیحت بھی ہے اور حکمت و دانائی کی باتیں بھی۔ اس میں حضرت مسیح موعودؑ کے اس مشہور و معروف اور نہایت ہی مقبول عام قصیدہ کے جو ''یاعین فیض اللہ والعرفان'' کے مصرعہ سے شروع ہوتا ہے چیدہ چیدہ اشعار بمعہ ترجمہ دئے گئے ہیں مکرم مرزا عبدالحق صاحب امیر جماعت ہائے احمدیہ صوبہ پنجاب نے فرمایا ہے کہ ''یہ کتاب اہل علم کے لئے ہے''۔

اس کتاب میں مولف کی دو ایسی عربی نظمیں ہیں ایک نظم میں ان مظالم کا ذکر ہے جو انسانی حقوق کے خلاف بدترین مثال دوسری نظم اس معجزہ مباہلہ کے متعلق ہے۔ جس کا چیلنج حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک صدر کو دیا۔ چنانچہ وہ چند ہفتوں کے اندر ہلاک ہوا اور احمدیت کی صداقت پر مہر ثبت کر گیا۔ یہ کتاب ۲۵۰ صفحات پر مشتمل خوبصورت ٹائٹل پر ہے۔ گولبازار اور نظارت اشاعت میں ۱۰۰ روپے قیمت پر دستیاب ہے۔

داخلہ مدرسۃ الحفظ ۲۰۰۱ء

مدرسۃ الحفظ میں داخلہ برائے سال ۲۰۰۱ء کے لئے درخواست ارسال کرنے کی آخری تاریخ ۱۰ اپریل ۲۰۰۱ء ہے۔
درخواست والدین سادہ کاغذ پر ناظر تعلیم صدر انجمن احمدیہ ربوہ کے نام مندرجہ ذیل کوائف کے ساتھ ارسال فرماویں۔

۱- نام، ولدیت، تاریخ پیدائش، ایڈریس معہ ٹیلی فون نمبر ۲- برتھ سرٹیفکیٹ کی فوٹو کاپی۔

۳- پرائمری پاس سرٹیفکیٹ کی فوٹو کاپی۔ (انٹرویو کے موقع پر اصل سرٹیفکیٹ ہمراہ لانا لازمی ہے)

۴- درخواست پر صدر/امیر جماعت کی تصدیق۔

اہلیت: امیدوار کے لئے ضروری ہے کہ داخلہ کے وقت

۱- اس کی عمر گیارہ سال سے زائد نہ ہو۔ نو سے گیارہ سال کے بچوں کو ترجیح دی جائے گی۔

۲- امیدوار نے قرآن کریم ناظرہ صحت کے ساتھ مکمل پڑھا ہو۔

انٹرویو: مدرسۃ الحفظ میں داخلہ کے لئے انٹرویو مندرجہ ذیل شیڈول کے مطابق ہوگا۔

۱- صوبہ بلوچستان، صوبہ سرحد، صوبہ سندھ اور آزاد کشمیر۔ مورخہ ۱۵/اپریل ۲۰۰۱ء بروز اتوار صبح ۸ بجے مدرسۃ الحفظ۔

۲- صوبہ پنجاب مورخہ ۱۶/اپریل ۲۰۰۱ء بروز پیر صبح ۸ بجے مدرسۃ الحفظ۔

عارضی لسٹ اور آغاز تدریس: کامیاب امیدواران کی عارضی لسٹ مورخہ ۱۸/اپریل ۲۰۰۱ء بروز بدھ شام ۴ بجے مدرسۃ الحفظ اور نظارت تعلیم کے نوٹس بورڈز پر آویزاں کر دی جائے گی۔ اور تدریس کا آغاز مورخہ ۲۱/اپریل بروز ہفتہ سے ہو گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ نوٹ:۔ حتمی داخلہ ایک ماہ کی تدریسی کارکردگی پر دیا جائے گا۔ (نظارت تعلیم)

یوم تحریک جدید ۶/اپریل ۲۰۰۱ء بروز جمعۃ المبارک منایا جائے

امراء وصدر صاحبان کی خدمت میں درخواست ہے کہ
مجلس مشاورت ۱۹۹۱ء کے فیصلہ کی تعمیل میں سال رواں کا پہلا یوم تحریک جدید ۶/اپریل ۲۰۰۱ء بروز جمعۃ المبارک منایا جائے۔ جس میں احباب جماعت کو مطالبات تحریک جدید کی طرف خصوصی توجہ دلائی جائے۔ اس موقع پر امراء وصدر صاحبان اپنی سہولت اور حالات کے مطابق اجلاس منعقد کر کے مطالبات کی اہمیت احباب جماعت پر واضح کرنے کا اہتمام فرمائیں۔

خطبات جمعہ میں تحریک جدید کے مطالبات اور ان کی حکمت عملی بیان کی جائے۔ اس دن خصوصیت کے ساتھ تحریک جدید کے ذریعہ جماعت پر نازل ہونے والے انعامات وافضال الٰہیہ کا احباب جماعت کے سامنے ذکر کیا جائے۔

اگر کسی وجہ سے کسی جگہ ۶/اپریل کو یوم تحریک جدید نہ منایا جا سکتا ہو تو جماعتی فیصلہ کے تحت اپنی سہولت اور حالات کے مطابق کسی بھی مناسب تاریخ کو جلسہ یوم تحریک جدید منا کر رپورٹ ارسال فرمائیں۔ مربیان و معلمین کرام سے یوم تحریک جدید کو کامیاب بنانے اور اس کی رپورٹ بھجوانے کے لئے تعاون کی درخواست ہے۔ (وکیل الدیوان تحریک جدید ربوہ)

بہائیت کا تعارف

تاریخی احوال وواقعات کی روشنی میں

تحریر: مکرم محمد اعظم اکسیر صاحب مربی سلسلہ احمدیہ

ایک بہائی مضمون نگار نے موعود اقوام عالم کے بارہ میں اپنا نقطہ نظر پیش کرتے ہوئے بعض علامات کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ یہ نشانیاں ظاہر ہو چکی ہیں اس لئے ان کے دو لیڈر جناب سید علی محمد باب (۱۸۱۹ء-۱۸۵۰ء) اور جناب مرزا حسین علی بہاء اللہ (۱۸۱۷ء-۱۸۹۲ء) مہدی اور مسیح ہیں- جب کہ پیش کردہ علامات درست، مستند اور واقعاتی ہونے کے باوجود کسی کی صداقت پر اس لئے دلیل نہیں بن سکتیں جب تک وہ شخصیت خود ان تمام ''پیش خبریوں'' کے مصداق ہونے کا دعویٰ نہ کرے تاہم بہائیت تاریخی احوال وواقعات کی روشنی میں کئی روپ دھارتی رہی ہے اور اہل علم کے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ یہ تحریک مذہبی ہے، سماجی ہے یا کسی سوسائٹی کا نام ہے-

باب سید علی محمد بانی تحریک: ایران کے شیعہ فرقہ شیخیہ کے بانی جناب احمد الحسائی (۱۷۴۳ء-۱۸۲۶ء) نے مطالعہ کتب وآثار سے محسوس کیا کہ ظہور موعود قریب ہے- اپنے ولی اور جانشین جناب سید کاظم رشتی (۱۷۹۳ء-۱۸۴۳ء) کو تاکید کی اور تلاش موعود کا حکم دیا- بعض کو خصوصی مشن پر مختلف اطراف میں بھیجا- معتمد ترین متبع جناب ملا حسین بشروئی المعروف باب الباب شیراز گئے اور ۱۸۴۴ء میں جناب مرزا سید علی محمد (مرزا کا لفظ بھی بہائی لٹریچر میں ہے) بعمر پچیس سال ملے- رات بھر گفتگو رہی اور پچیس سالہ جوان علی محمد نے باب ہونے کا اعلان کرتے ہوئے اولین تائید کنندہ جناب ملا حسین بشروئی کو عام چرچا کرنے سے منع کر دیا پھر بھی کچھ لوگوں نے قبول کرنا شروع کر دیا- ابتدائی قبول کرنے والے اٹھارہ افراد کو حرف حیّ کا نام دیا گیا- دو سوتیلے بھائی جناب مرزا حسین علی بہاء اللہ اور جناب مرزا یحیٰی نوری صبح ازل حروف حیّ میں شامل نہیں لیکن جناب باب کے بعد دونوں غیر معمولی اہمیت اختیار کر گئے- بہرحال حکومت وقت نے جناب باب کو گرفتار کر کے دعویٰ کے ساتویں سال قتل کر دیا- ان کے متبعین سیاسی انتقامی شکنجے میں آئے- جناب بہاء اللہ کو ایک پراذیت تاریک قید خانہ سیاہ چال میں ڈال دیا گیا جہاں کی واردات قلبی کا تذکرہ لوح ابن ذئب میں بیان ہے- اسی قید وبند کے دوران جناب باب نے قرآنی شریعت کو منسوخ کرتے ہوئے نئی شریعت ''البیان'' کا اعلان کر دیا-

جناب باب کے وصی وجانشین: جناب باب نے وصیت کر دی کہ انیس سالہ نوجوان مرزا یحیٰی نوری المعروف

صبح ازل (۱۸۳۱ء-۱۹۱۲ء) ان کے جانشین ہوں- چنانچہ اپنا قلم، قلمدان، کاغذات اور مہر وغیرہ اہم چیزیں جناب صبح ازل کو بھیج دیں- جناب بہاء اللہ نے بھی آقائے کلیم کے ذریعے ایسی ہی ضروری اشیاء بانٹ کر صبح ازل کو دے دیں- بہائی علماء کے نزدیک جناب باب نے نہایت حکیمانہ قدم اٹھا کر اس وصیت کے ذریعے جناب بہاء اللہ (۱۸۱۷ء-۱۸۹۲ء) کو لوگوں کی نظروں سے بچا لیا- گویا بہائیوں کے مطابق اصل جانشین جناب بہاء اللہ ہی ہیں-

جناب باب کے جانشین صبح ازل اور جناب بہاء اللہ میں اختلاف رائے تھا جو روز بروز بڑھتا رہا- آخر ۲۱ راپریل ۱۸۶۳ء کو بغداد کے باغ رضوان میں سیاہ چال کی وارداتِ قلبی کا منطقی نتیجہ نکلا اور جناب بہاء اللہ نے اپنے ظہور کا اعلان کر دیا- ستمبر ۱۸۶۷ء میں سورۃ امر نازل کی جس سے مخالفت عروج کو پہنچی- اب جناب بہاء اللہ کے ساتھی بہائی اور صبح ازل کے ساتھی ازلی کہلائے- کچھ لوگ دونوں سے الگ محض بابی رہے- جناب بہاء اللہ مَنْ یُظْهِرُهُ اللّٰه کے مدعی ہوئے- صبح ازل پہلے ہی اس لقب کو اختیار کر چکے تھے- بعض اور لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا- غالباً سب سے پہلے دیّان مرزا اسد اللہ خوئی نے دعویٰ کیا اور ان کے متبعین اسدی کہلائے- دیّان کی مخالفت جناب بہاء اللہ اور صبح ازل نے مل کر کی لیکن ان کی باہمی مخالفت اپنی جگہ بڑھتی ہی رہی- یہاں تک کہ جناب بہاء اللہ نے آخر کار صبح ازل پر دجال ہونے کا فتویٰ صادر کر دیا-

جناب بہاء اللہ کے وصی و جانشین: جناب بہاء اللہ ۱۸۹۲ء میں فوت ہوئے- انہوں نے جناب باب کی شریعت ''البیان'' کی جگہ اپنی شریعت ''اقدس'' جاری کر دی- کتاب عہدی کی صورت میں اپنے بعد جانشین کے بارے میں وصیت چھوڑی کہ پہلے آپ کے فرزند اکبر جناب عباس آفندی المعروف عبدالبہاء پھر دوسرے فرزند جناب مرزا محمد علی جانشین ہوں گے- جناب عبدالبہاء (۱۸۴۴ء-۱۹۲۱ء) کو غصن اعظم اور مرزا محمد علی کو غصن اکبر کا نام دیا گیا، دونوں سوتیلے بھائی تھے- اس وصیت پر مکمل عمل نہیں ہوا- جناب عبدالبہاء نے اپنے بعد اپنے نواسے جناب شوقی آفندی (۱۸۹۷ء-۱۹۵۷ء) کو جانشین نامزد کر دیا جو ولی امر اللہ کے لقب سے ملقب ہوئے- جناب عبدالبہاء کی نرینہ اولاد نہیں تھی- اپنے والد کی وصیت کے خلاف سوتیلے بھائی جناب عبدالبہاء کے اقدام پر مرزا محمد علی غصن اکبر نے تو مشتعل ہونا ہی تھا بعض دیگر اہم بنیادی عمائدین بھی ان کے موید و ہمنوا ہو گئے جیسے:-۱- جناب مرزا جواد جنہیں جناب بہاء اللہ کی وصیت سب سے پہلے دیکھنے کا اعزاز ملا تھا-۲:- اولین مبلغ امریکہ ڈاکٹر جارج خیر اللہ جو بقول عبدالبہاء جناب بہاء اللہ کے پطرس تھے۳:- خادم اللہ میرزا جانی کاشانی اور حاجی عبدالکریم وغیرہ- دونوں فریق ایک دوسرے کے شدید مخالف تھے- جناب عبدالبہاء کے متبعین کو مارقین اور جناب مرزا محمد علی کے پیروکاروں کو ناقضین کہا گیا- وہ خود کو موحدین کہتے تھے-

بہائیت کا ابتدائی لائحہ عمل: بانی بہائیت جناب بہاء اللہ کے پس منظر میں تین اہم نام ہیں:

(۱) احمد احسائی (۲) سید کاظم رشتی اور (۳) ملا حسین بشروئی- ان میں سے کوئی صاحب وحی نہیں سمجھا جاتا نہ ہی انہوں نے

اپنی بات کو وحی کا نام دیا۔ تینوں نے بالترتیب (۱) قرب ظہور (۲) تلاش ظہور اور (۳) اعلان ظہور کی بات کی۔

پس منظر میں ایک اہم واقعہ ۱۸۴۸ء کی بدشت کانفرنس ہے وہ بھی سراسر فکرِ انسانی کا نتیجہ تھی جس میں دو نکاتی ایجنڈا مدنظر تھا جناب باب کی رہائی اور قرآن مجید کو منسوخ قرار دینا۔ اس کے لحاظ سے تین اہم نکات قابل توجہ ہیں:۔ (۱) جناب باب کی شریعت اور دین کو منسوخ کر دیا گیا۔ ان کی وصیت بسلسلہ جانشینی رد کر دی گئی۔ معلوم نہیں جناب باب کی شریعت و وصیت رد کر دینے کے لائق تھیں یا ان کی منسوخی نادرست اقدام ہے؟ (۲) سید کاظم رشتی کے جانشین رئیس فرقہ شیخیہ حاجی عبدالکریم، جناب بہاء اللہ کے سخت مخالف تھے۔ اسی طرح دوسرے شیخی پیشوا جناب حاجی محیط کرمانی بھی جناب بہاء اللہ کے شدید مخالف تھے۔ (۳) جناب شوقی آفندی ولی امراللہ بے اولاد تھے اور جانشینی کے بارے میں وصیت بھی نہ کر سکے۔ ۱۹۵۷ء میں فوت ہوئے تو بہائی شخصی قیادت سے محروم ہو گئے۔ وحی الٰہی کی راہنمائی پہلے ہی نہ تھی اس طرح تحریک کے ان دو بنیادی عناصر کے فقدان سے تحریک بہائیت کی دینی شناخت اور بقاء ختم ہو گئی۔

بہائی قوانین ومصادر قوانین: بابی اور بہائی قوانین کا مختصر ذکر حسب ذیل ہے:۔

(۱) جناب باب نے قید ماکو کے دوران ''البیان'' تصنیف کی جو نامکمل رہی۔ ارادہ تھا کہ اس میں ۱۹ حصے ہوں گے اور ہر حصے کے ۱۹ اباب ترتیب دیئے جائیں گے مگر مکمل صرف آٹھ حصے لکھے جا سکے۔ جناب بہاء اللہ نے اسے منسوخ کر دیا۔

(۲) جناب باب کے وصی اور جانشین جناب مرزا یحییٰ صبح ازل نے خود کو من یظہرہ اللہ اور مصدر امر قرار دیتے ہوئے نئی شریعت ''المستیقظ'' نام سے لکھی۔ (صبح ازل کی علاوہ ازیں کچھ اور کتب بھی ہیں جیسے: آثار ازلیہ۔ احکام بیان۔ الواح ازل۔ صحائفِ ازل۔ ریاض المہتدین۔ کتاب الحیٰوۃ۔ کتاب نور اور لمعاتِ ازل وغیرہ)

(۳) جناب بہاء اللہ نے اپنی اسیری کے دوران ''اقدس'' لکھ کر پہلی شرائع کو منسوخ کر دیا۔ بابی، بہائی اور ازلی شریعتوں کے وجود میں آنے کا زمانہ بہت محدود ہے۔ اس سلسلہ میں ایک حوالہ دلچسپ ہے:۔

ایک ہزار سال سے پہلے دعویٰ: جناب بہاء اللہ لکھتے ہیں:۔

''پورے ایک ہزار سال گزرنے سے پہلے جو شخص اللہ تعالیٰ سے براہ راست وحی پانے کا مدعی ہو وہ یقیناً کذاب اور مفتری ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اسے اس دعویٰ سے باز آنے اور اسے رد کرنے کی توفیق بخشے۔ اگر وہ توبہ کر لے تو بلاشبہ اللہ اسے معاف کر دے گا۔ تاہم اگر وہ اپنی غلطی پر اصرار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ یقیناً ایسا شخص مبعوث کر دے جو اس پر رحم نہیں کرے گا۔ یقیناً وہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ جو شخص اس آیت کی تاویل کرتا ہے یا ظاہری معانی کے علاوہ اس کی کوئی تفسیر کرتا ہے وہ روح الٰہی سے

اور اس کی رحمت سے محروم ہے جو تمام عالمین کو محیط ہے۔ اللہ سے ڈرو اور اپنے لغو اوہام کی پیروی نہ کرو بلکہ اس کی پیروی کرو جس کا تمہارا غالب وحکیم خدا حکم دے رہا ہے۔ بہت جلد اکثر ممالک سے شور وغوغا بلند ہو گا۔ اے میری قوم، ان سے اجتناب اختیار کرو اور کسی فاجر ولئیم کی پیروی نہ کرو۔ یہ وہی بات ہے جس سے ہم نے تمہیں اس وقت پہلے ہی خبردار کر دیا تھا جب ہم عراق میں مقیم تھے۔ اس کے بعد ارض سر میں تھے اور اب ہم اس منظر منیر سے کرر ہے ہیں۔'' (الاقدس آیت نمبر ۳۷ عربی صفحہ ۳۴ اردو ترجمہ صفحہ ۱۳۶ از جناب محمد وارث ہمدانی)

بظاہر اس حکم سے جناب بہاء اللہ اپنے مخالف صبح ازل کو کذاب اور مفتری قرار دے رہے ہیں کہ انہوں نے اتنی جلدی ایک اور شریعت ''المستیقظ'' لکھ ڈالی مگر ''الاقدس'' کی تصنیف سے خود بھی اسی حکم کی زد میں آ کر انہی ''القابات'' کے مورد بنے۔ اسی طرح محض دعویٰ ہی کسی کی صداقت کے لئے کافی نہیں جب تک آسمانی نشانات اور نصرت الٰہی سے اس کی تائید نہ ہو۔

بہائی تصور وحی اور جبرائیلؑ: بہائی تصور وحی معروف طریق وحی سے بالکل مختلف ہے۔ معروف طریق جبرائیل اللہ سے وحی لاتے ہیں لیکن بہائی تصور کے مطابق وحی باہر سے آنے والی چیز نہیں جو جبرائیل یا کوئی اور فرشتہ لائے بلکہ یہ اندر سے باہر آنے والی چیز ہے۔ ''الاقدس'' کے مترجم سید محمد وارث ہمدانی ایم اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ نے بڑی ضخیم کتب بہائیت کی تائید وتصدیق میں تالیف کی ہیں۔ ہمدانی صاحب لکھتے ہیں:۔

> ''شاعر کے ذہن میں شعر آتا ہے۔ مصور کے ذہن میں تصویر کا تصور آتا ہے۔ مجسمہ ساز کے ذہن میں بھی تصور آتا ہے۔ ایک موم بتی بھی روشنی دیتی ہے اور سورج بھی روشنی دیتا ہے۔ مگر موم بتی کی سورج کی عظمت سے کیا نسبت؟ اسی طرح شاعر اور مصور کے خیال کو پیغمبر کے خیال سے جو کہ وحی الٰہی ہے کیا نسبت؟
> .... نہ خدا فرشتوں کا محتاج ہے نہ رسول .... خدا سے اتنے دور تھے کہ کسی واسطے کی ضرورت پڑتی'' (ماہنامہ نفحات لاہور۔ باب اکتوبر ۲۰۰۰ء صفحہ ۱۹)

اس بہائی تصور وحی کے مطابق بیت العدل اعظم کو نورکنی انتظامیہ کی ہیئت معصومہ کا نام دے کر بہائی حضرات جبرائیل اور دیگر فرشتوں سے بے نیاز ہو چکے ہیں! یہ مختصر تعارف ہدیہ قارئین ہے اس انیسویں صدی کے گروہ کے بانیوں کے دعاوی اور اصول واعتقاد تضاد وابہام کا مجموعہ ہیں۔

رسالہ کے خریدار متوجہ ہوں: رسالہ انصار اللہ کے جن خریدار احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے انہیں اطلاع دی جا رہی ہے۔ براہ کرم ایسے احباب اپنے ذمہ واجب الادا چندہ اور بقایا جات بھجوا کر رسالہ کی تجدید کروائیں (مینیجر)

نتیجہ امتحان سہ ماہی چہارم ۲۰۰۰ء

قیادت تعلیم ۔ مجلس انصاراللہ پاکستان

امتحان سہ ماہی چہارم ۲۰۰۰ء میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ۲۵۲ مجالس کے ۳۲۸۶ انصار نے شرکت کی۔ نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے انصار۔ اول: مکرم قریشی فصیح الدین احمد صاحب نارتھ کراچی۔ دوم: مکرم عزیز احمد طاہر صاحب ناصر آباد شرقی سوم: مکرم محمد اصغر عتیق صاحب دارالحمد فیصل آباد۔ مکرم عبدالمنان محمود صاحب نارتھ کراچی

خصوصی گریڈ اے حاصل کرنے والے انصار

ربوہ: عمر حیات صاحب فیکٹری ایریا۔ ملک جمیل الرحمٰن رفیق صاحب کوارٹرز تحریک جدید۔ مبارک احمد نجیب صاحب بیوت الحمد۔ محمد افتخار چوہدری صاحب ناصر آباد شرقی۔ غلام احمد محسن صاحب ناصر آباد شرقی۔ ماسٹر بشارت احمد صاحب دارالعلوم وسطی۔ عبدالباسط خاں صاحب دارالرحمت شرقی۔ محمد ابراہیم شاد صاحب دارالعلوم غربی۔ محمد عبداللہ قریشی ہاشمی صاحب دارالصدر شرقی۔ میرزا غلام رسول صاحب دارالبرکات۔ ملک محمد حسین صاحب دارالفضل غربی۔ پروفیسر مبارک احمد طاہر دارالبرکات۔ محمد عبدالماجد صدیقی صاحب گولبازار۔

فیصل آباد: محمد اشرف کاہلوں صاحب دارالذکر۔ ڈاکٹر بشیر حسین تنویر صاحب۔ سید محمد یحییٰ صاحب دارالحمد۔

لاہور: میاں عبدالمنعم صاحب۔ ڈاکٹر رمضان محمد زاہد صاحب۔ محمد سعید اشرف صاحب مغلپورہ۔ لیفٹیننٹ کرنل (ر) نعیم احمد صدیقی صاحب ڈیفنس۔ محمد الیاس بقاپوری صاحب دہلی گیٹ۔ رفیق احمد ساہی صاحب فیصل ٹاؤن۔ شیخ عبدالماجد صاحب۔ شمیم احمد صدیقی صاحب۔ عبدالعزیز منگلا صاحب بیت الاحد۔ سید محمد شاہ صاحب ٹاؤن شپ۔

کراچی: عبدالباری قیوم صاحب مارٹن روڈ۔ منصور احمد لکھنوی صاحب گلشن اقبال۔ یعقوب احمد بٹ صاحب ڈرگ کالونی۔ چوہدری ناصر احمد گوندل صاحب النور۔

اسلام آباد: حمیدالحامد حامد صاحب۔ عبدالمنان فیاض صاحب اسلام آباد شرقی۔

متفرق: منشی شیر محمد صاحب حلقہ نور جھنگ۔ عبدالباری ساجد صاحب قمر آباد نوشہرو فیروز سندھ۔ رفیق احمد بٹ صاحب ڈسکہ سیالکوٹ۔ حکیم محمد افضل فاروقی صاحب اوچ شریف۔ فخر الحق صاحب پورن نگر سیالکوٹ۔ شمس الدین سیال صاحب اوکاڑہ۔ محمد یعقوب امجد صاحب کھاریاں شہر۔ رفیق احمد ججہ صاحب میرپور خاص سندھ۔ ڈاکٹر چوہدری ناصر احمد جاوید صاحب حافظ آباد۔ اللہ تعالیٰ یہ اعزاز مبارک کرے اور تمام شرکاء امتحان کے علم میں ترقی دے (قیادت تعلیم)

پہلا آل ربوہ انصاراللہ بیڈمنٹن و ٹیبل ٹینس ٹورنامنٹ

رپورٹ: مکرم چوہدری عطاء الرحمٰن محمود صاحب ناظم صحت جسمانی ربوہ

مجلس انصاراللہ مقامی ربوہ کے زیر انتظام مورخہ ۹/۸/۷ فروری ۲۰۰۱ء کو پہلا آل ربوہ بیڈمنٹن و ٹیبل ٹینس ٹورنامنٹ ایوانِ محمود میں منعقد ہوا۔ جس میں ربوہ کے انصار نے بڑے ذوق وشوق سے حصہ لیا۔

افتتاحی تقریب: مکرم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب صدر مجلس انصاراللہ پاکستان نے ۷ فروری ۲۰۰۱ء بوقت ۵:۳۰ بجے دعا کے ساتھ افتتاح فرمایا۔ اس ٹورنامنٹ میں ربوہ کے ۴۸ حلقہ جات میں سے ۲۴ حلقہ جات کے ۶۰ انصار نے حصہ لیا۔ جن میں سے ۱۴، صف اول اور ۴۶ صف دوم کے انصار تھے۔ نمائندگی میں حلقہ دارالبرکات اول رہا۔

اختتامی تقریب: ۹ فروری ۲۰۰۱ء بوقت ۷:۳۰ بجے شب مکرم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب نائب صدر اول نے اختتامی تقریب میں شرکت فرمائی۔ تلاوت اور عہد کے بعد ٹورنامنٹ کی رپورٹ پیش کی گئی۔ مکرم چوہدری محمد علی صاحب مہمان خصوصی نے جیتنے والے کھلاڑیوں میں انعامات تقسیم فرمائے۔ اور ٹورنامنٹ کے انعقاد پر خوشی کا اظہار کیا۔ آخر میں مکرم مولانا محمد صدیق صاحب گورداسپوری زعیم اعلیٰ مجلس انصاراللہ مقامی ربوہ نے احباب کا شکریہ ادا کیا۔

انعامات حاصل کرنے والے کھلاڑی:

بیڈمنٹن صف اول ڈبل: اول:- مکرم مرزا محمد الدین ناز صاحب + مکرم چوہدری عطاء الرحمٰن صاحب (عمر ۶۹ سال)
دوم:- مکرم عبدالجلیل صادق صاحب + مکرم بشیر احمد صاحب

بیڈمنٹن صف اول سنگل: اول:- مکرم مرزا محمد الدین ناز صاحب دوم:- مکرم عبدالجلیل صادق صاحب

بیڈمنٹن صف دوم ڈبل: اول:- مکرم شیخ ظہیر احمد انور صاحب + مکرم سید مبشر محمود صاحب
دوم:- مکرم مرزا محمد افضل صاحب + مکرم منور احمد تنویر صاحب

بیڈمنٹن صف دوم سنگل: اول:- مکرم شیخ ظہیر احمد انور صاحب دوم:- مکرم سید مبشر محمود صاحب

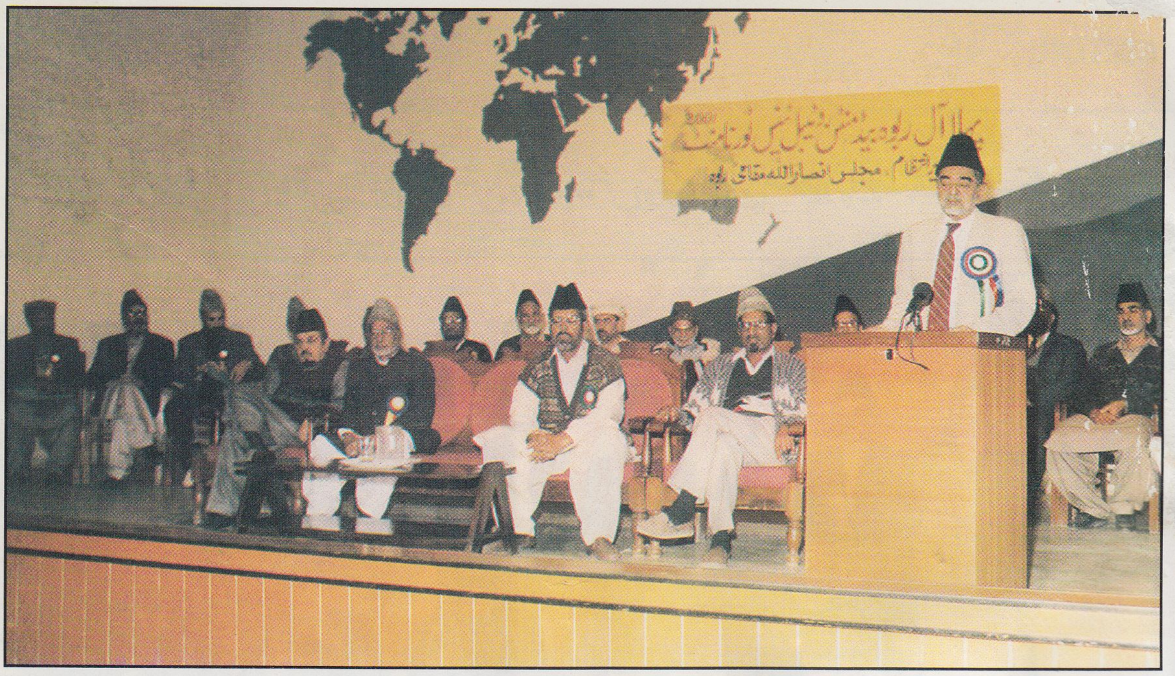
ٹیبل ٹینس صف اول ڈبل: اول:- مکرم مرزا محمد الدین ناز صاحب + مکرم عبدالماجد صدیقی صاحب
دوم:- مکرم عبدالجلیل صادق صاحب + مکرم چوہدری افتخار احمد صاحب

ٹیبل ٹینس صف اول سنگل: اول:- مکرم مرزا محمد الدین ناز صاحب دوم:- مکرم عبدالماجد صدیقی صاحب

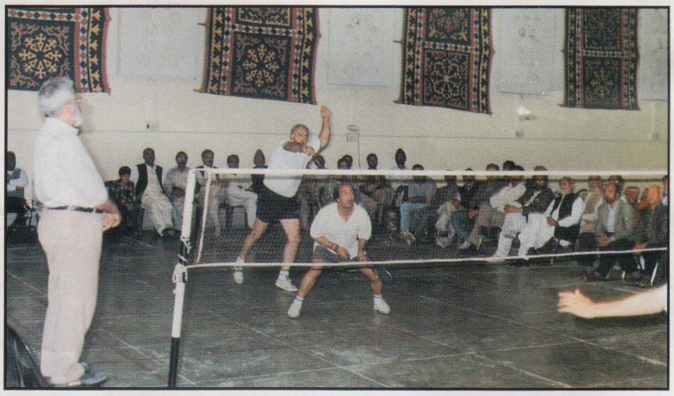
ٹیبل ٹینس صف دوم ڈبل: اول:- مکرم ضیاء اللہ مبشر صاحب + مکرم شیخ ظہیر احمد انور صاحب
دوم:- مکرم مرزا محمد افضل صاحب + مکرم منور احمد تنویر صاحب

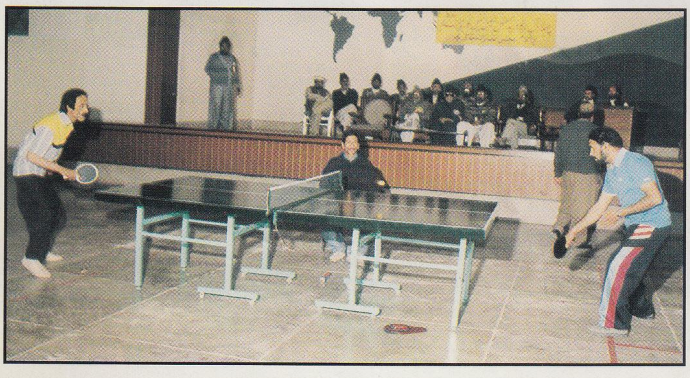
بیڈمنٹن صف دوم سنگل: اول:- مکرم ضیاء اللہ مبشر صاحب دوم:- مکرم شیخ ظہیر احمد انور صاحب

انصاراللہ مقامی کا آل ربوہ بیڈمنٹن و ٹیبل ٹینس ٹورنامنٹ منعقدہ ۷-۸-۹ فروری ۲۰۰۱ء



محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ٹورنامنٹ کا افتتاح فرما رہے ہیں





ٹورنامنٹ کے دو مناظر

Monthly **ANSARULLAH**

EDITOR:
NASRULLAH KHAN NASIR

CPL.No. 92
APRIL: 2001

مجلس انصاراللہ مقامی کا آل ربوہ بیڈمنٹن و ٹیبل ٹینس ٹورنامنٹ منعقدہ ۷-۸-۹ فروری ۲۰۰۱ء



مہمان خصوصی محترم چوہدری محمد علی صاحب وکیل الاشاعت تحریک جدید میچز میں شریک انتظامیہ اور کھلاڑیوں کے ساتھ



مہمان خصوصی محترم چوہدری محمد علی صاحب انعامات تقسیم فرما رہے ہیں